مقدّمۂ بہاول پور

محفلِ ارشادیہ سیالکوٹ

Marfat.com

اشاعت : جون ۱۹۷۳ء
تعداد : ایک ہزار
قیمت : پانچ روپے

MINA-I-ADAB
LAHORE
6/-
58980

اہتمام
سید اختر حسین سرہندی
محفلِ ارشادیہ سیالکوٹ

(جسارت پرنٹرز۔ لاہور)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم -

انتساب

میں اس اشاعت کو حضرت امام ربانی قیوم دورانی قطب زمانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی الفاروقی قدس سرہ السبحانی کے نامِ نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور خداوند رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ وہ مالکِ حقیقی اپنے حبیب کے صدقے اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے فیض کی برکت سے جو کہ بزرگوارم حضرت حافظ سید ارشاد حسین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم جیسے نااہل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اُس سنت کو زندہ کر سکیں جس

Marfat.com

کے لئے آپ اس دنیا میں تشریف لائے اور کفر و الحاد، شرک و بدعت جیسی باطل قوتوں سے ٹکرا کر انھیں ریزہ ریزہ کر کے حق و صداقت کی روشنی سے دنیا کے کونے کونے کو منور کر دیا۔

خاکپائے سگانِ مجدد الف ثانی
سید اختر حسین سرہندی

Marfat.com

★

ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب بستے ہیں، اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت زیادہ گہرا ہے کیونکہ ان مذاہب کی بنا کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی۔ اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔ اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر

Marfat.com

اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔

اقبال

Marfat.com

علماء اور اکابرینِ ملّت

کی طرف سے

اِس فیصلے کا خیر مقدم

Marfat.com

Marfat.com

چودھویں صدی کے آغاز میں جب مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مشرق اور مغرب کے علماء نے اس کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں تیس پینتیس سال قبل یہ مسئلہ بہاولپور کی عدالت میں پیش ہوا جس پر حضرت مولانا انور شاہ صاحب سابق صدر المدرّس دارالعلوم دیوبند اور دیگر اکابر علماء ہند نے اس سلسلہ میں اپنے بیانات عدالت میں پیش کر کے جس میں مرزائے قادیان کے وجوہِ کفر کو بیان کیا جن کا حاصل یہ تھا کہ مرزائے قادیان اگر بالفرض والتقدیر نبوّت کا دعویٰ نہ بھی کرتا تب بھی قطعاً وہ دائرۂ اسلام سے خارج تھا۔

فاضلِ محترم جسٹس محمد اکبر صاحب (بہاولپور) نور اللہ مرقدہٗ نے نہایت عاقلانہ، عادلانہ اور دانشمندانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعیِ نبوّت

Marfat.com

اور اس کے پیرو کار قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسلمانوں میں شرعی طور پر کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ بحمدہٖ تعالیٰ فاضل جج کا یہ فیصلہ قانونِ شریعت کے بھی مطابق تھا اور قانونِ حکومت کے بھی مطابق تھا جو شرعی اور قانونی حیثیت سے اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ آئندہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس محکم فیصلہ پر کوئی نقد اور تبصرہ کر سکے یا کسی بالائی عدالت میں اس کی اپیل کر سکے اس لیئے کہ وہ فیصلہ اس درجہ محکم اور قولِ فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

محمد ادریس کاندھلوی

Marfat.com

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی ہے کہ جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کا مشہور و معروف فیصلہ جس میں قادیانیوں کو کافر اور خارج از دائرۂ اسلام قرار دیا گیا تھا دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یہ ایک واشگاف حقیقت ہے جس پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد منصبِ نبوّت پر فائز ہونے کا مدعی ہو اور جو اس دعوے کو تسلیم کرے وہ دونوں بلا شک شبہ ادعائے اسلام کے باوجود کافر و مرتد ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلے کے دینی و علمی پہلوؤں کو برابر واضح کیا جاتا رہے۔ عدالتِ بہاولپور کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے۔ یہ ارتدادِ زوج کی بنا پر

Marfat.com

فسخِ نکاح کے ایک استغاثے کا تصفیہ تھا جو تقریباً تین سال زیرِ سماعت رہا۔ اس میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی جانب سے اپنے اپنے موقف کو پورے دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان کے مشاہیر علماء و فضلاء بطور گواہ پیش ہوئے اور فاضل جج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں یہ قیمتی دستاویز طبع ہونے کے بعد ایک عرصۂ دراز سے نایاب تھی میری دعا ہے کہ یہ سعی مسلمان اور قادیانی سب کے لیئے باعثِ رشد و ہدایت ثابت ہو۔ آمین

ابوالاعلیٰ مودودی

۵-۱ اے ذیلدار پارک۔ اچھرہ

Marfat.com

اس فیصلہ نے مسلمانوں کو قادیانیت کے عزائم و عقائد سے نہ صرف آگاہ کیا ہے بلکہ مرزائیت اپنے حقیقی خط و خال سمیت آشکار ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ برِعظیم کے مسلمانوں کی ذہنی سرگذشت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور جب کبھی پاکستان کے قوانین کی شکل اسلامی ہوگی اِس فیصلہ کا بہت زیادہ احترام کیا جائے گا بلکہ یہ فیصلہ مشعلِ راہ ہوگا۔ ملّتِ اسلامیہ جسٹس محمد اکبر خاں مرحوم (بہاولپور) کے اس فیصلہ کی شکرگذار ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بال بال مغفرت کریں اور کروٹ کروٹ جنّت نصیب فرمائیں۔

شورش کاشمیری

Marfat.com

یہ معرکہ آراء فیصلہ محمد اکبر خاں کا تحریر کردہ ہے۔ اِس فیصلہ میں جج صاحب مرحوم نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ مرزائیت کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل درج کیے ہیں اور مرزائی لٹریچر سے ان کے کفر وارتداد کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی ایک کتب پر بھاری ہے۔

احسان الٰہی ظہیر

Marfat.com

تکمیلِ دین اور ختمِ نبوت مترادف حقائق ہیں اور اسلام کی ابدیت اور تکمیل کا مدار انہی دو اصولوں پر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کے تحفظ کے لیے مختلف ذرائع سے حسبِ مقدور خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں جناب محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے۔ مرحوم و مغفور اپنی جرأتِ ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے۔ اور تا ابد اُمتِ مسلمہ کے لیے ایسی شمع فروزاں چھوڑ گئے جو انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حق و صداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی ضرورت ہے کہ اس تاریخی فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

سید فیض الحسن

Marfat.com

ختمِ نبوت کا مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے افسوس ہے کہ ایسے مسئلہ کو لوگوں نے اخلاقی مسئلہ قرار دے کر اس میں بحث و تمحیص شروع کر دی۔ جس سے گمراہی کا دروازہ کھل گیا اور فتنۂ ارتداد زور پکڑ گیا۔ اس ماحول میں اہلِ علم کی خدمات یقیناً قابلِ قدر ہیں۔ لیکن محترم جج اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ اس سلسلہ میں بے حد قابلِ ستائش ہے اور اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

سیّد احمد سعید کاظمی

Marfat.com

فیصلہ مقدمہ بہاولپور مسلمانوں کے لیئے روشنی کا مینار ہے عقیدۂ ختم نبوت
اسلام کا بنیادی تصور ہے اور بے شک جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
ملتِ اسلامیہ کو اس فتنۂ عظیمہ سے بچانا اسلام کی عظیم خدمت ہے۔

سید محمود احمد رضوی

Marfat.com

فیصلہ مقدمہ بہاولپور عہدِ صادق کا اہم ترین واقعہ ہے اس مقدمہ کی پیروی سیّد انور شاہ صاحب حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی اور سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسے نامور علماء نے کی۔ ان کی فقید المثال توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سومنات کو ریزہ ریزہ کردیا۔ یہ فیصلہ جسٹس محمد اکبر کے مثالی انہماک غیر معمولی استعداد اور قابلِ تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اس فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کُن حیثیت ہمیشہ کے لیئے آشکار ہوگئی ہے۔

بریگیڈیئر نذیر علی شاہ

Marfat.com

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ... جج محمد اکبر نور اللہ مرقدہٗ کی عدالت میں فسخِ نکاح کا مقدمہ دائر ہوا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانی کا نکاح مسلمان عورت سے بوجہ ارتداد قادیانیوں کے واجب الفسخ ہے یا نہیں۔ اس ضمن قادیانیوں کے مرتد ہونے کا مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ فریقین کے ماہرینِ مذہب جمع ہوئے مفصل دلائل نقلیہ و عقلیہ کے قلمبند ہونے کے بعد قادیانیوں کے ارتداد کا حکم جناب جج صاحب موصوف نے صادر فرمایا اور فسخ کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کا کچھ تعلق انکارِ ختمِ نبوت سے تھا جس پر قرآنِ پاک کی متعدد آیات اور بیشمار احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ اُمت کے اس قدر دلائل موجود ہیں کہ توحیدِ باری تعالیٰ کے علاوہ کسی مسئلے پر اس قدر دلائل نہیں۔ اسلام

Marfat.com

میں سینکڑوں گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے لیکن مسئلہ ختمِ نبوت پر سب کا اتفاق رہا اور اس لیئے دشمنانِ اسلام، اسلام کی اس بنیادی عمارت میں شگاف ڈالنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حضور علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک جو ۱۳۹۳ھ ربیع الاوّل اور ۱۹۷۳ء اپریل ہے پوری اُمّتِ مسلمہ تقریباً چودہ سو سال سے اس عقیدہ پر متفق اور قائم ہے جس کی وجہ سے اسلام کے اصلی عقائد زندہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا عہدہ دیا جانا بند ہے اور مدعیِ نبوّت اور اس کے ماننے والے مرتد اور خارج از اسلام ہیں چاہے وہ اسلام کا دعویٰ بھی کریں جیسے صرف دعویٰ سے کوئی شخص کمشنر ڈپٹی کمشنر تحصیلدار تھانیدار حتیٰ کہ سرکاری چپڑاسی اگر ان عہدوں کا دعویٰ کرے اور حکومت کی لسٹ میں نام نہ ہو اور حکومت ان دعویٰ داروں کو جھوٹا قرار دیتی ہو تو پھر اسلام کے دعویٰ سے ایک آدمی بغیر حقیقتِ اسلام کے محقق ہونے کے کیسے مسلم ہوسکتا ہے جبکہ حقیقتِ اسلام کا بنیادی عقیدہ اِس میں موجود نہ ہو اور ظاہری اسلام کی کچھ نشانیاں بھی اس میں موجود ہوں۔ جیسے گھوڑے کی تصویر یا فوٹو حقیقی گھوڑا نہیں ہوسکتا اور نہ بگی کھینچ سکتا ہے کیونکہ یہ حقیقی گھوڑے کا کام ہے۔ ملت کے عملی اتحاد کے لیئے فکری اتحاد ضروری ہے اور مستحکم فکر

Marfat.com

کی بنیاد عقیدہ ہے۔ جب یہ بنیاد ہل جائے تو مسلم قوم و ملت کی عمارت دھڑام سے گر جائے گی۔ اس لئے وحدتِ ملت ختمِ نبوّت سے وابستہ ہے۔ اقبال مرحوم نے صحیح فرمایا ہے ؎

لا نبی بعدی ز احسان خدا است　　پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ است

تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود　　ہستی ما با ابد ہمدم شود

اِس سے واضح ہوا کہ استحکامِ پاکستان کی نظریاتی وحدت اسلام اور ختمِ نبوت ہے جو ۹۵ کروڑ مسلمانوں کے عقیدہ سے الگ دین قائم کریں جس میں قرآن حدیث خدا اور رسول کی تکذیب اور توہین ہو وہ اسلامی قلعے میں نقب لگانے والے ہیں اور خارج از اسلام ہیں۔ اِس سلسلہ میں مقدمہ بہاولپور تاریخی کارنامہ ہے۔

شمس الحق افغانی عفی عنہٗ

Marfat.com

فیصلہ مقدمہ بہاولپور اُمت محمدیہ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کی متفقہ کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے مولانا سید انور شاہ صاحبؒ مولانا غلام محمد صاحبؒ گھوٹوی مولانا محمد صادق صاحبؒ بہاولپور اور جناب جسٹس محمد اکبر صاحبؒ کی ارواح مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اعلیٰ علیین میں مقامِ علیا سے نوازا ہوگا۔ انہوں نے اُمّتِ مرحومہ پر جو احسان کیا وُہ رہتی دنیا کے مسلمانوں پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالقادر آزاد

خطیب بادشاہی مسجد و مفتی پنجاب

58980

Marfat.com

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہٗ مقدمہ بہاولپور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری علیہ الرحمۃ اور دوسرے بزرگوں اور علماء نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد احمد عفی عنہٗ
میر واعظ کشمیر

Marfat.com

انشاء اللہ جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدۂ ختمِ نبوت کے بارے میں انشراحِ قلب اور باعثِ رشد و ہدایت ثابت ہو گا۔

فقیر محبوب الرحمٰن عفی اللہ عنہٗ

عید گاہ۔ راولپنڈی

Marfat.com

تمام علمائے اسلام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ حضور اکرم خاتم النبیّین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کی نبوّت کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایسا دعویٰ کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ پاک و ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں سے علیحدہ جماعت ہیں۔ اس کی پوری روئیداد جسٹس محمّد اکبر خاں صاحب سابق ریاست بہاولپور کے مفصّل و مدلّل فیصلہ میں موجود ہے یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمین کے لیئے مشعلِ ہدایت ہے۔

مفتی محمّد حسین نعیمی ناظم دار العلوم
جامع نعیمیہ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

ختمِ نبوّت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک ظاہری یعنی عقلی فکری و نظری پہلو ہے اور دوسرا روحانی یعنی عقلی عالم سے بالاتر۔ میرے خیال میں ظاہری پہلو کی بنیاد ہمارے دین میں روحانی پہلو پر ہے ورنہ کسی نبی یا پیغمبر کی شاید ضرورت نہ ہوتی۔ ظاہری پہلو کی حیثیت اسبابِ سفر کی سی ہے اور روحانی کی حیثیت ایک منزل کی یعنی اسبابِ سفر کا تعین منزل یا مقصد کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقلی استدلال میں شکوک و اوہام کا اثر تو ملتا ہے لیکن دوسرے پہلو میں کوئی ایک بھی استثنا موجود نہیں ہے۔ میں نے اس میں جتنا غور

Marfat.com

کیا ہے میں بلا استثنا ہمیشہ اسی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی یعنی آپ کے اس ارشاد کو کہ "لا نبی بعدی" کو دل و جان سے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ عقلی فتویٰ کچھ ہو لیکن حقیقی بات یہی ہے۔

کتاب زیرِ نظر میں بھی ایک صاحبِ عقیدہ مسلمان نے ایمانی جراٴت کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی عقل و فکر کی رائے کو بھی دریافت کر کے صحیح فیصلہ دیا۔ مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالقیوم

صدر آزاد کشمیر۔ ایوانِ صدر مظفر آباد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ واحدہ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہٗ

آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل وفریب انگریز کے منحوس سایہ میں پروان چڑھ رہا تھا۔ فتنۂ قادیانیت سے انگریزی پڑھا لکھا طبقہ نہ صرف یہ کہ ناواقف تھا بلکہ مدعیِ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف و تائید کرتا تھا۔ اس کے علاوہ تاجِ برطانیہ اور وائسرائے ہند کے زیرِ اثر تمام طاقتوں کی سرپرستی اس فتنۂ ارتداد کو حاصل تھی۔ ایسے وقت میں محترم محمدؐ اکبر صاحب مرحوم و مغفور (بہاولپور) نے برِصغیر کے چوٹی کے علماء خصوصاً محدثِ اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے دلائل سُننے کے بعد جراٴتِ ایمانی اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر کامل ایمان

Marfat.com

کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کاذب اور اس کے ماننے والوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر فیصلہ بہاولپور کے نام سے وہ تاریخی فیصلہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گا اور جس کی پیروی کرتے ہوئے انہیں کے ہم نام دوسرے محمد اکبر صاحب اور اب سندھ کے کسی جج نے بھی یہی فیصلے کئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمدؐ اکبر صاحب بہاولپور والے اس تاریخ کے سنہرے باب کے حرف اوّل اور آخر سمجھے جائیں گے۔ اِس فیصلے کی دوبارہ اشاعت نہایت مستحسن اقدام ہے۔ قانون دان اور نئی نسل اس سے روشنی حاصل کریں گے۔ خدا مرحوم کو تاجدار مدینہ کے قدموں میں مجھ سمیت جگہ نصیب فرمائے (آمین)

خادم عبدالحکیم عفی اللہ عنہٗ (ممبر قومی اسمبلی پاکستان)

مدرسہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم بلا شک وشبہ خاتم النبیین ہیں اور تمام اُمّت کا اِس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ظلّی۔ بروزی اور کسی بھی قسم کا نبی نہیں آسکتا اور تا قیامت دروازۂ نبوت آپ پر بند کر دیا گیا ہے اس نازک دَور میں جب طرح طرح کے فتنے اسلام کے خلاف سر اٹھا رہے ہیں فتنۂ مرزائیت کے لیئے اور اس کے سدِ باب کے لیئے اپنا وقت پیسہ اور ہمّت کا صرف کرنا باعثِ اجر ہے۔

حقیر مفتی محمد مختار احمد خطیب سیالکوٹ

Marfat.com

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ وحدہٗ لا شریک لہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمدٍ خاتم النبیین الذی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ اصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ الذین نشروا ھداہ واتبعوا ھدیہ

امابعد

ختمِ نبوّت کا عقیدہ اہلِ اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے جس سے انکار کی جرأت فرقِ باطلہ کو بھی نہ ہو سکی اور چودہ سو برس سے اب تک جتنے اسلامی فرقے وجود میں آئے سب نے اس عقیدہ کا اقرار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے۔

اس کا شمار ضروریاتِ دین میں ہے یعنی اس کا اسلامی عقیدہ ہونا اس قدر روشن ہے کہ کسی مسلمان کو اس میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے

Marfat.com

کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار یا اس میں شک اسلام سے بغاوت اور کفرِ خالص ہے' نیز یہ کہ اس میں تاویل بھی قائل کو کفر سے نہیں بچا سکتی جس طرح اس کا منکر کافر ہے اسی طرح اس کا مؤوِّل بھی کافر ہے۔ سچ یہ ہے کہ ختمِ نبوت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص بھی جو مسلمان ہونے کا مدعی ہے' اس کے انکار یا اس کی تاویل کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بہت سیدھی سادی بات ہے کہ نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والسلام پہ نبوت ختم ہوئی اور اب اس دور میں اس فتنہ کا سدِّباب بھی مسلمانوں کے فرائض میں ایک اہم فریضہ بلکہ راہِ نجات یہی ہے اور یہ کتاب جو مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اس فتنہ کو روکنے کے لئے ہمت دے۔ آمین ثم آمین۔

سید محمد شمس الدین

(ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش ذات ملانہ عمر ۱۸/۱۹ سال سکنہ احمد پور شرقیہ بمختاری الٰہی بخش ولد محمود ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ معلم مدرسۂ عربیہ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ عمر ۲۳ سال ساکن موضع مند تحصیل احمد پور شرقیہ۔ حال مقیم میلسی شہر گیج ریڈر سب ڈویژن انہار میلسی ضلع ملتان

دعویٰ دلا پانے ڈگری استقراریہ مشعر تنسیخ نکاح فریقین بوجہ ارتدادِ شوہرم مدعا علیہ

Marfat.com

یہ ایک خاص نوعیت اور اہمیت کا مقدمہ ہے۔ جو سال ۱۹۲۶ء میں دائر ہو کر ایک دفعہ انتہائی مراحل اپیل طے کر چکا ہے۔ اور سال ۱۹۳۲ء سے پھر ایک نئی شان اور نئے اسلوب سے ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا میں زیر سماعت چلا آیا ہے۔ واقعات مختصراً یہ ہیں۔ کہ مولوی الٰہی بخش والد مدعیہ اور مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ باہمی رشتہ دار ہیں۔ اور ابتداءً یہ دونوں علاقہ ڈیرہ غازی خان میں رہتے تھے۔ عبدالرزاق کی ہمشیرہ مولوی الٰہی بخش سے بیاہی ہوئی تھی۔ اور مولوی الٰہی بخش نے اپنی لڑکی مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کا نکاح اس کے ایام نابالغی میں عبدالرزاق مدعا علیہ سے کر دیا تھا۔

یہ لڑکی اس کی ایک سابقہ بیوی کے بطن سے تھی۔ اور اس کا نکاح وہیں فریقین کے ابتدائی مسکن پر ہوا تھا۔ اس کے بعد مولوی الٰہی بخش وہاں سے ترکِ سکونت کر کے علاقہ ریاست ہذا میں چلا آیا۔ اور سال ۱۹۱۷ء میں اس نے موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ میں ایک زمیندار کے ہاں عربی تعلیم دینے پر ملازمت اختیار کر لی۔ مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک سال کے بعد مدعا علیہ بھی بمعہ اپنی والدہ اور دو ہمشیرگان کے وہاں سے ترکِ سکونت کر کے مولوی الٰہی بخش کے پاس موضع مہند میں آ گیا۔ اور اپنے کنبہ کو وہاں چھوڑ کر خود حصولِ معاش کے لئے مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ دورانِ قیام موضع مہند میں اس نے اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کر کے مرزائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور وہاں اپنے قادیانی۔ مرزائی ہونے کا اعلان بھی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مولوی الٰہی بخش سے مدعیہ کے رخصتانہ کے متعلق استدعا کی۔ تو اس نے جواب دیا کہ جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہ کرے گا مدعیہ کا بازو اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ مدعا علیہ کچھ عرصہ مدعیہ کے رخصتانہ کے درپے رہا۔ لیکن اسے یہی جواب دیا جاتا رہا کہ اس کے مرزائی مذہب پر قائم رہنے کی صورت میں مدعیہ اس کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔ جب اسے کامیابی کی امید

Marfat.com

نظر نہ آئی۔ تو وہ پھر ریاست سے ترک سکونت اختیار کر کے علاقہ برٹش انڈیا میں چلا گیا اور حدود ریاست ہٰذا کے قریب علاقہ تحصیل لودھراں میں سکونت اختیار کر لی۔

ان سوالات پر کہ مدعا علیہ نے حدود ریاست سے سکونت کب ترک کی اور کہ اُس نے مرزائی یا احمدی مذہب کہاں اور کب اختیار کیا؟ آگے بحث کی جائے گی۔ یہاں اب صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ مدعیہ کے اس رخصتانہ کے سوال پر والد مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اور والد مدعیہ نے مدعیہ کی طرف سے بحیثیت اس کے مختار کے ۲۴۔ جولائی ۱۹۲۶ء کو مدعا علیہ کے خلاف یہ دعویٰ بدیں بیان دائر کیا۔

کہ مدعیہ اب تک نابالغ رہی ہے۔ اب عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ مدعا علیہ ناکح مدعیہ نے مذہب اہلسنت والجماعت ترک کر کے قادیانی۔ مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اُس کے مرتد ہو جانے کے باعث مدعیہ اب اس کی منکوحہ نہیں رہی کیونکہ وہ شرعاً کافر ہو گیا ہے۔ اور موجب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔ اس لئے ڈگری تنسیخ نکاح بحق مدعیہ صادر کی جاوے اور یہ قرار دیا جاوے کہ مدعیہ بوجہ مرزائی ہو جانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی۔ اور نکاح بوجہ ارتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔

مدعا علیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ وہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ وہ مرزائی ہے۔ نہ قادیانی نکاح ہر صورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مرتد نہیں ہو جاتا۔ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور، مدراس اور دیگر ہائی کورٹوں سے یہ امر فیصلہ پا چکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں ہیں۔ دعوے ناجائز اور قابل اخراج ہے۔ اور کہ بنا دعوے بمقام مہند ریاست بہاولپور قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ فریقین کی وہاں سکونت رہی ہے۔ اور نہ ہی مدعا علیہ نے وہاں سر مسل کی کوئی تحریک کی۔ علاوہ ازیں کسی مقام پر

Marfat.com

سرِ مثل کی تحریک کئے جانے سے وہ مقام قانوناً بنائے دعوےٰ تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔
دعوےٰ وہاں سماعت ہونا چاہیئے جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو یا بنائے دعوےٰ پیدا ہوئی ہو۔ مقدمہ حال میں مدعا علیہ کی مستقل سکونت چونکہ علاقہ ملتان میں ہے اور نکاح ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اِس لِئے دعوےٰ حدود ریاست ہذا میں سماعت نہیں ہو سکتا۔

یہ دعوےٰ ابتداءً منصفی احمد پور شرقیہ میں دائر ہوا تھا۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے فریقین کے مختصر سے بیانات قلمبند کرنے کے بعد ۴۔ نومبر ۱۹۲۶ء کو حسب ذیل امور تنقیح طلب قرار دیئے۔

۱۔ کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اِس لِئے ارتداد لازم آتا ہے۔

۲۔ اگر تنقیح بالا بحق مدعیہ ثابت ہو۔ تو کیا نکاح فیمابین فریقین قابل انفساخ ہے؟

ان تنقیحات کے ثبوت میں مدعیہ نے مدعا علیہ کو عدالت مذکور میں بحیثیت گواہ خود پیش کیا تو مدعا علیہ نے ۵۔ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہ بیان کیا کہ یہ درست ہے۔ کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی انہیں نبی بھی مانتا ہے۔ اِس معنے میں کہ مرزا صاحب نبی کریم صلعم (حضرت محمد مصطفٰے صلعم) کے تابعدار ہیں۔ اور آپ کی شریعت کے پیرو ہیں اور آنحضرت صلعم کی غلامی کی وجہ سے آپ نبوّت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اور اس وقت تک اس کا یہی اعتقاد ہے۔ گویا وہ سلسلہ احمدیّت میں منسلک ہو چکا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی کہتا ہے جن معنوں میں کہ قرآن کریم نبوت کو پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہ السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اِس لِئے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ اُن پر بمثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے نزول ملائکہ و جبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

اس بیان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے ۲۰۔ جنوری ۱۹۲۷ء

Marfat.com

کو یہ امر مزید تنقیح طلب قرار دیا۔ کہ کیا اس اعتقاد کی صورت میں جو مدعا علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ وہ مرزا غلام احمدؑ کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اِس معنے میں کہ مثل دیگر انبیاء علیہم السلام مرزا صاحب پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے۔ کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے؟ اور اس کا بارِ ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا۔ اِس کے بعد مدعا علیہ نے ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء کو ایک درخواست پیش کی۔ کہ سابقہ تاریخ پر اُس نے جو بیان دیا تھا۔ اُس میں اس نے اپنے اعتقادات مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا۔ لیکن عدالت نے اِس سے جو خلاصہ اخذ کیا ہے۔ وہ اس کے اصلی اعتقاد مذہبی کے متغائر ہے۔ چونکہ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اِس لئے اپنے اعتقاد مذہبی کو ممدعا علیہ ذیل میں بیان کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

میں خداوند تعالیٰ کو واحد لاشریک مانتا ہوں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خاتم النبین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو کامل الہامی کتاب مانتا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ اور حضرت محمد صلعم کی برکت اور آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو اُمتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم صلعم وارد ہوتے تھے۔

اس درخواست میں یہ استدعا کی گئی۔ کہ جو امر تنقیح سابقہ تاریخ پر وضع کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ تنقیح بالفاظ ذیل وضع ہونا چاہیئے۔ کہ آیا مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو۔ جو کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مرتد ہے۔ اور مسلمان نہیں ہے؟ اور اس کا ثبوت بذمہ مدعیہ عائد کیا جاوے۔ مگر عدالت نے اس درخواست پر کوئی التفات نہ کی اور اُسے شامل مسل کر دیا۔

اس کے بعد بحکم ۷ مئی ۱۹۲۷ء عدالت عالیہ چیف کورٹ یہ مقدمہ عدالت ہذا میں منتقل ہوا۔ اور عدالت ہذا میں ۱۷ دسمبر ۱۹۲۷ء کو مدعا علیہ نے اپنے عقائد کی پھر ایک فہرست پیش کی۔ جسکا ذکر مناسب جگہ پر کیا جائے گا

Marfat.com

یہ مقدمہ عدالت ہذا سے بحکم ۲۱۔ نومبر ۱۹۲۶ء اس بناء پر خارج کیا گیا۔ کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے اسی قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش میں باتباع فیصلہ جات عدالتہائے اعلیٰ مدراس۔ پٹنہ و پنجاب کے یہ قرار دیا جاچکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں نہ کہ اسلام سے باہر۔ اور کوئی مرزائی مذہب اختیار کرنیسے کسی سُنی عورت کا نکاح اس شخص کیساتھ جو اس مذہب کو قبول کرلے فسخ نہیں ہو جاتا۔ اور کہ مدعیہ کی طرف سے اِن فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش نہیں کیگئی۔

عدالت ہذا کا یہ حکم برطبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ سے بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی پر عدالت معلّے اجلاس خاص سے یہ قرار دیا گیا۔ کہ عدالت ہذا سے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کئے بغیر دعوئے مدعیہ خارج کر دیا گیا ہے۔ اور فاضل ججان چیف کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ مندرجہ ۱۷۔ انڈین کیسز ۶۶ میں سوال زیر بحث بجنسہٖ یہی تھا۔ کہ آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ لیکن ہم نے اِس فیصلہ کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل ججان چیف کورٹ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالا مکمل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کیگئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اور ان سے اِس حد یا اِس درجہ تک اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا کن اسلامی عقائد کی پیروی یا کن عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ اِس فیصلہ میں پھر فاضل ججان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اِس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔ علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اِس لئے ہماری رائے میں فاضل ججان ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے۔ اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِس قرارداد کے ساتھ یہ مقدمہ

Marfat.com

اس ہدایت کے ساتھ واپس ہوا۔ کہ گو مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ۔ جامع عباسیہ بہاولپور کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد صلعم کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے۔ اور اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوۃ حضرت رسول کریم صلعم کا منکر ہے۔ اور ختم نبوۃ اسلام کے ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن ہم اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جبتک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ اور مدعا علیہ کو بھی موقعہ دینا چاہیئے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔

واپسی پر اس مقدمہ میں فریقین کے ہم مذہب اور ہم خیال اشخاص کی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور تقریباً تمام ہندوستان میں اس کے متعلق ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور طرفین سے ان کی جماعت کے بڑے بڑے علماء بطور مختاران فریقین و بطور گواہان پیش ہونے لگے۔ ان کے اس طرح میدان میں آنے سے قدرتاً یہ سوال عوام کیلئے جاذب توجہ بن گیا۔ اور پبلک کو اس میں ایک خاص دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور ہر تاریخ سماعت پر لوگ جوق در جوق کمرۂ عدالت میں آنے لگے۔ چنانچہ عوام کی اس دلچسپی اور مذہبی جوش کو مدنظر رکھتے ہوئے حفظ امن قائم رکھنے کیخاطر پولیس کی امداد کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اور عدالت ہذا کی تحریک پر صاحب بہادر کمشنر پولیس کیطرف سے ہر تاریخ پیشی پر پولیس کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا رہا۔ امر مابہ النزاع حل و حرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ مدعا علیہ کے ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل ہے۔ اس لئے طرفین کو اس مقدمہ میں کھلے دل سے اپنے دلائل سندات اور بحث ہائے تحریری و تقریری پیش کرنے کا کافی در کافی موقعہ دیا گیا ہے جتیٰ کہ مدعا علیہ کیطرف سے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض دفعہ مسلسل ایک ایک مہینہ بھی صرف ہوا ہے۔ اور اس کی طرف سے جو بحث

Marfat.com

تحریری پیش ہوئی ہے۔ وہ کئی سو ورق پر مشتمل ہے۔ اور فیصلہ میں تعویق زیادہ تر مسل کے اِس قدر ضخیم بن جانے کی وجہ سے بھی ہوئی ہے۔ دوران سماعت مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ نے مدعیہ اور اس کے والد مولوی الٰہی بخش کے خلاف ۲۳۔ اگست ۱۹۳۲ء کو عدالت سب جج صاحب درجہ دوم ملتان میں دعوےٰ اعادہ حقوق زن و شوئی دائر کر کے عدالت موصوف سے ان ہر دو کے خلاف ۱۷۔ جون ۱۹۳۳ء کو ڈگری یکطرفہ حاصل کر لی۔ اور اس مقدمہ میں جبکہ شہادت فریقین ختم ہو کر مدعیہ کیطرف سے بحث بھی سماعت ہو چکی تھی۔ مدعا علیہ کیطرف سے یہ عذر بر پا کیا گیا کہ عدالت ہذا کو اختیار سماعت مقدمہ ہذا حاصل نہیں۔ کیونکہ بناء دعوےٰ حدود ریاست ہذا میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی مدعا علیہ کی رہائش عارضی یا مستقل ریاست ہذا کے اندر ہوئی ہے۔

دوسرا عدالت سرکار برطانیہ سے مدعا علیہ کے حق میں ڈگری استقرار حق زوجیت برخلاف مدعیہ و الٰہی بخش والد ش کے صادر ہو چکی ہے۔ اِس لئے بروئے دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی عدالت ہذا کو اِس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور کہ بموجب دفعات ۱۳۔ ۱۴۔ ضابطہ دیوانی ڈگری مذکور قطعی ہو چکی ہے۔ اور اس کے صادر ہونے کے بعد مقدمہ زیر سماعت عدالت ہذا نہیں چل سکتا۔

مدعا علیہ کے ان عذرات کو بوجہ اِس کے کہ وہ عدالت ہذا کے اختیار سماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اہم سمجھا جا کر اس مقدمہ میں ۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو حسب ذیل مزید تنقیحات ایزاد کی گئیں۔

۱۔ کیا مدعا علیہ کی سکونت بوقت دائری دعوےٰ ہذا حدود ضلع ہذا میں تھی۔ یا یہ کہ بناء دعوےٰ حدود ضلع ہذا میں پیدا ہوئی اس لئے دعوےٰ قابل سماعت عدالت ہذا ہے۔

۲۔ اگر تنقیح بالا بخلاف مدعیہ طے ہو تو کیا عدالت ہذا کے اختیار سماعت کا سوال اِس مرحلہ پر جبکہ مقدمہ پہلے عدالتہائے اعلےٰ تک پہنچ چکا ہے اور مدعا علیہ برابر پیروی کرتا رہا ہے نہیں اٹھایا جا سکتا۔

۳۔ کیا ڈگری ملک غیر کی بناء پر جو بحق مدعا علیہ برخلاف مدعیہ صادر ہوئی ہے۔ سماعت

Marfat.com

مقدمہ ہذا میں دفعات ۱۳-۱۴ ضابطہ دیوانی عارض نہیں ہیں۔ ان تنقیحات کے وضع کرنے سے قبل مدعا علیہ کیطرف سے محکمہ معلّٰے وزارتِ عدلیہ میں پیش گاہ حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملکہ، میں پیش کئے جانے کے لئے ایک درخواست مشتمل بر عذرات مذکورہ بالا موصول ہوئی جو بمراد غور عدالت ہذا میں بھجوادی گئی۔ اِس درخواست کے مطالعہ سے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ مدعا علیہ کیطرف سے بحث پیش ہونے سے قبل ان قانونی عذرات مذکورہ بالا کو طے کرلیا جاوے۔ اس لئے ۴۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو فریقین کے نام نوٹس بایں اطلاع جاری کئے جانیکا حکم دیا گیا۔ کہ وہ تاریخ مقررہ پر اپنے علماء کو ہمراہ نہ لادیں بلکہ خود حاضر ہوں تاکہ ان قانونی سوالات پر غور کیا جاکر انہیں طے کرلیا جاوے۔ مدعیہ کیطرف سے عدالت ہذا کے اس حکم کی ناراضی سے محکمہ معلّٰے اجلاس خاص میں درخواست نگرانی پیش کی گئی ہے۔ اور محکمہ معلّٰے نے بحکم ۲۔ نومبر ۱۹۳۳ء یہ قرار دیا کہ فریق مدعیہ پر تعمیل نوٹس درست نہیں ہوئی۔ لھذا یہ ہدایت کیگئی۔ کہ سلسلہ بحث اور جدید امور کی دریافت کو ساتھ ساتھ جاری رکھا جاوے۔ اور اگر کسی فریق کے حق میں التواء مقدمہ ضروری خیال کیا جاوے۔ تو دوسرے فریق کو اس فریق سے مناسب ہرجانہ دلایا جاوے۔ باتباع اس حکم کے فریقین کو جدید تنقیحات کے متعلق اپنا اپنا ثبوت پیش کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اور مختاران مدعا علیہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے سلسلہ بحث کو بھی جاری رکھیں اس کے بعد جب جدید تنقیحات مذکورہ بالا کے متعلق طرفین کی شہادت ختم ہوچکی۔ تو مدعا علیہ نے پھر ۲۔ جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک درخواست کے ذریعہ یہ عذر برپا کیا۔ کہ امور ذیل کو بھی زیر تنقیح لایا جاوے۔

کہ کیا مدعا علیہ کی وطنیت ریاست بہاولپور میں واقع ہے ؟

اگر تنقیح بالا مدعیہ کے خلاف ثابت ہو۔ تو پھر بھی عدالت ہذا کو اختیار سماعت حاصل ہے۔ اِس درخواست کو اِس بناء پر مسترد کیا گیا۔ کہ مدعا علیہ کی طرف سے اس قسم کا پہلے کوئی عذر نہیں اُٹھایا گیا۔ حالانکہ وہ پہلے قانونی مشورہ حاصل کرکے پیروی کرتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک اِس کے اِس جدید عذر کا قانونی پہلو ہے۔ اِس کے متعلق وہ اپنی بحث کے وقت قانون پیش کرسکتا ہے۔

Marfat.com

واقعات کے لحاظ سے فریقین کیطرف سے مثل پر جو مواد لایا جا چکا ہے۔ وہ اس سوال پر بھی بحث کرنے کے لئے کافی ہے۔ لہٰذا کسی مزید تنقیح کے وضع کرنے کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔

اس سے قبل دوران شہادت میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک حُجّت یہ بھی پیدا کی گئی تھی کہ مدعیہ بوقت ارجاع نالش نابالغ تھی۔ اس لیئے اب اس سے خود دریافت ہونا چاہیئے کہ وہ مقدمہ چلانا چاہتی ہے یا نہ۔ لہٰذا اس سوال کے متعلق بھی یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک تنقیح بایں الفاظ وضع کیا گیا تھا۔ کہ کیا مدعیہ بوقت ارجاع نالش نابالغ تھی۔ اور اس کا بار ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا گیا۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے اُسے نابالغ ظاہر کیا جا کر بمختاری والدش دعوےٰ دائر کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اس تنقیح کو بحکم ۲۹۔ مارچ ۱۹۳۳ء خارج کیا گیا۔ کیونکہ قانوناً مدعا علیہ کا یہ عذر ناقابل پذیرائی تھا۔ ملاحظہ ہو ۴۷۔ انڈین کیسز صفحہ ۳۰۹ اب ذیل میں دیگر قانونی سوالات پر بحث کی جاتی ہے۔

مدعا علیہ کا اہم عذر یہ ہے کہ اس نے کبھی حدود ریاست ہٰذا میں سکونت اختیار نہیں کی۔ اور نہ ہی اس نے یہاں احمدی مذہب قبول کیا ہے بلکہ وہ ۵-۶ سال تک شیخوپورہ میں رہا ہے۔ وہاں سے اُس نے سال ۱۹۲۲ء میں ایک خط کے ذریعہ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کیساتھ بیعت کی تھی۔ اور بیعت کرنے کے ۵-۶ ماہ بعد اُس نے اپنے موجودہ مسکن واقعہ علاقہ لودھراں میں آکر سکونت اختیار کی یہاں اُس نے آکر ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور اس وقت سے یہاں مقیم ہے۔

مدعیہ کیطرف سے کہا جاتا ہے کہ مدعا علیہ ضلع ڈیرہ غازی خان سے ترکِ سکونت کرنے کے بعد سیدھا مولوی الٰہی بخش والد مدعیہ کے پاس حدود ریاست ہٰذا میں آیا۔ اور یہاں بود و باش شروع کی۔ مرزائی مذہب اس نے ایک شخص مولوی نظام الدین کی ترغیب پر قبول کیا۔ جو موضع مہند مسکن والد مدعیہ کے قریب رہتا ہے۔ اور دعوےٰ ہٰذا دائر ہونے کے بعد وہ حدود ریاست ہٰذا کے باہر چلا گیا ہے۔

Marfat.com

ان امور کے متعلق فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

مدعاعلیہ کی یہ حجت درست نہیں پائی جاتی۔ کہ وہ کبھی ریاست ہذا میں نہیں آیا بلکہ مدعیہ کی پیشکردہ شہادت سے جس کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے کوئی خاطرخواہ تردید نہیں کیگئی یہ ثابت ہے۔ کہ مدعا علیہ مولوی الٰہی بخش کے یہاں آنے کے بعد اپنے مسکن واقعہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے سیدھا حدود ریاست ہذا میں مولوی الٰہی بخش والد مدعیہ کے پاس آیا۔ اور اپنی والدہ اور ہمشیرگان کو اس کے ہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کیلئے حدود ریاست ہذا کے اندر مختلف مقامات پہ پھرتا رہا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مولوی الٰہی بخش کے پاس آکر ٹھہرتا رہا۔ اس کے بعد جب مدعیہ کے رخصتانہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو وہ ترک سکونت کر کے یہاں سے چلاگیا۔ اور غالباً صحیح یہی ہے۔ کہ وہ مقدمہ ہذا دائر ہونے سے قبل ہی چلاگیا ہے۔ کیونکہ خود مدعیہ نے عرضید عوے میں اس کی سکونت بمقام میلسی درج کرائی ہے۔ چنانچہ اس پتہ پر جب سمن جاری کیا گیا تو مختار مدعیہ نے بحریہ ۱۔ اگست ۱۹۲۶ء کو منصفی احمدپور شرقیہ میں ایک درخواست پیش کی کہ مدعا علیہ کی سکونت گو دعوے میں بمقام میلسی لکھی ہوئی ہے لیکن اب مدعا علیہ یہاں احمدپور شرقیہ میں موجود ہے۔ پھر تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ اب اس پتہ پر سمن جاری کیا جاکر تعمیل کرائی جاوے۔ چنانچہ اُسی روز عدالت سے سمن جاری کیا جاکر مدعا علیہ کی اطلاعیابی کرائی گئی۔ مدعا علیہ کہتا ہے کہ اُسے وہاں دھوکہ سے بلوایا گیا۔ لیکن یہ سوال چنداں اہم نہیں۔ وہ چاہے جس طرح احمدپور شرقیہ میں آیا یہ امر واقعہ ہے۔ کہ سمن پر اس کی اطلاعیابی وہاں کرائی گئی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دائری دعوے کے وقت اُس کی رہائش حدود ریاست ہذا کے اندر نہ تھی۔ لہٰذا اس بنا پر مدعا علیہ کی یہ حجت درست ہے کہ دائری دعوے کے وقت چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی عارضی یا مستقل سکونت نہ تھی۔ اس لئے یہاں اس کے خلاف دعوے دائر نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اُس کیساتھ

Marfat.com

ہی مدعیہ کی پھر بہ حجت ہے۔ کہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر تبدیل کیا ہے۔ اس لئے اُسے مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بنا دعوےٰ پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لحاظ سے مدعا علیہ کے خلاف یہاں دعوےٰ درست طور پر دائر کیا گیا ہے۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب شیخواہ ضلع ملتان میں قبول کیا تھا۔ اور کہ ابتدائً وہ ضلع ڈیرہ غازی خان سے شیخ واہ میں ہی گیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا ایک خط پیش کیا گیا ہے۔ جو ڈاک خانہ دنیا پور سے ۲۱۔ جنوری ۱۹۲۲ء کو خلیفہ صاحب ثانی کی خدمت میں بھجوایا گیا۔ اور جس پر بغیر کسی ولدیت۔ قومیت کے صرف عبدالرزاق احمدی لکھا ہوا ہے۔ اس سے یقینی طور پر یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ یہ خط اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا تحریر شدہ ہے۔ شناخت خط کے بارہ میں مدعا علیہ کیطرف سے دو گواہان پیش ہوئے ہیں۔ جنمیں ایک اللہ بخش بالکل نوعمر لڑکا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ وہ شیخ واہ میں مدعا علیہ کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت وہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ شناخت خط کے بارہ میں پہلے تو اُس نے یہ کہا کہ شاید وہ نہ پہچان سکے۔ لیکن پھر بیان کیا۔ کہ وہ شناخت کرتا ہے۔ کہ خط شمولہ مسل مدعا علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ لیکن اوّل تو جس وقت یہ گواہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھنا بیان کرتا ہے۔ اس وقت خود اس کی اپنی عمر کوئی ۱۲۔۱۴ سال کے قریب ہوگی۔ غیر اغلب ہے کہ اس عمر میں اُس نے مدعا علیہ کی طرز تحریر کو بخوبی ذہن نشین کر لیا ہو۔ دوسرا وہ اِس خط کی شناخت کے متعلق کوئی خاص وجوہات بیان نہیں کر سکا۔ علاوہ ازیں جب اس کی مذبذب بیانی کو مدِنظر رکھا جائے۔ تو اس کی شہادت بالکل ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے۔ اسیطرح دوسرے گواہ کی شہادت بھی سرسری قسم کی ہے اور اس پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں ۵۔۶ سال رہا۔ لیکن وہاں کی

Marfat.com

کی سکونت ثابت کرنے کے لیے بھی اس کی طرف سے یہی اللہ بخش گواہ پیش ہوا ہے۔ دیگر گواہان صرف سماعی طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ لودھراں ہیں وہاں سے آیا تھا۔ لہٰذا اس ضمن میں مدعا علیہ کیطرف سے مسل پر جو مواد لایا گیا ہے۔ اس سے یہ قرار دینا مشکل ہے۔ کہ مدعا علیہ اپنے موجودہ مسکن پر سکونت پذیر ہونے سے قبل شیخواہ میں رہتا تھا۔ اور اس نے احمدی مذہب بھی وہیں اختیار کیا تھا۔ اس کی طرف سے بعیت کا جو خط پیش کیا گیا ہے۔ اُس کے متعلق قابل اطمینان طریق پر یہ ثابت نہیں کیا گیا۔ کہ وہ اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا ہے۔ ان تمام واقعات سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مدعا علیہ نے علاقہ لودھراں میں سکونت اختیار کرنے سے قبل جہاں پہلے سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ احمدی مذہب اس نے وہاں قبول کیا۔ مدعا علیہ حسب ادعا خود یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا کہ اس کی یہ سابقہ سکونت شیخواہ میں تھی۔ برعکس اس کے مدعیہ کیطرف سے یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ اپنی موجودہ سکونت اختیار کرنے سے قبل حدود ریاست ہذا میں سکونت پذیر تھا۔ اس لیئے مدعا علیہ کے اپنے بیان سے ہی یہ ثابت قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے احمدی مذہب حدود ریاست ہذا میں اختیار کیا۔ اور اس کی تائید مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ کا مذہب تبدیل کرنا چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی جائے سکونت موضع مہندیں وقوع میں آیا ہے۔ اس لیئے اس بنا پر مدعیہ کو ضلع ہذا کے اندر بنائے دعوے پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا عدالت ہذا کو اس مقدمہ کی سماعت کا مکمل اختیار حاصل ہے۔

مدعا علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ اس کی چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر سکونت نہیں رہی۔ اس لیئے عدالت ہذا کو اس کے خلاف سماعت مقدمہ ہذا کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ مدعیہ کیطرف سے یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ نے گو ابتداً یہ عذر اُٹھایا تھا۔ لیکن بعد میں عدالتہائے اپیل میں جا کر اس نے اُسے ترک کر دیا۔ اور شروع سے لیکر آخیر تک وہ برابر اس کی پیروی کرتا رہا۔ اس لیئے سمجھا جائیگا کہ اُس نے

Marfat.com

عدالت ہذا کے اختیار سماعت کو قبول کر لیا تھا۔ اس لیئے اب وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اِس بارہ میں فیصلہ ۲۹۔ انڈین کیسز صفحہ ۵۶ لبطور سند پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپیلیں چونکہ مدعیہ کیطرف سے ہوتی رہی تھیں۔ اس لیئے اُسے اعتراض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں مقدمہ چونکہ دوبارہ ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا کے زیر سماعت آگیا ہے۔ اس لیئے وہ اِس سوال پر عدالت کو متوجہ کر سکتا ہے۔ مگر مدعا علیہ کی یہ حجت درست معلوم نہیں ہوتی۔ کہ اُسے اپیل میں یہ عذر اُٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ فیصلہ اِس کے خلاف ہونا ممکن تھا۔ اس لئے اسے ہر پہلو سے اپنی جوابدہی کرنی چاہیئے تھی۔ اور گو کہ مقدمہ اب پھر ابتدائی حیثیت میں سماعت کیا گیا ہے۔ تاہم اس مقدمہ کے سابقہ مراحل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اس حجت کو درست بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو چونکہ اوپر یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بنا دعوےٰ حدود ریاست ہذا میں پیدا ہوئی ہے۔ اِس لیئے اس سوال پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور عدالت ہذا سے مدعا علیہ کے خلاف یہ دعوےٰ درست طور سماعت کیا گیا ہے۔

اس قرارداد سے ان تنقیحات میں سے پہلے دو کا جو ۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو وضع کیگئی تھیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ باقی تیسری تنقیح کے متعلق جو ڈگری ملک غیر کی بابت ہے صرف یہ درج کر دینا کافی ہے۔ کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری کے روبرو یہ سوال کہ مدعا علیہ تبدیل مذہب کیوجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ اور اس لیئے مدعیہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ زیر بحث نہیں آیا۔ اور نہ ہی پایا جاتا ہے۔ کہ اس عدالت کو یہ جتلایا گیا کہ اِس نکاح کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا میں بھی مقدمہ دائر ہے۔ اس لیئے سمجھا جائیگا کہ وہ فیصلہ صحیح واقعات پر صادر نہیں ہوا۔ اور ڈگری دھوکے سے حاصل کیگئی ہے۔ لہذا وہ ڈگری بروئے ضمن (ب) و (ہ) دفعہ ۱۳ ضابطہ دیوانی قطعی قرار نہیں دی جا سکتی اسیطرح دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی کا اطلاق واقعات مقدمہ ہذا پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر قرار دیا گیا ایک تو وہ ڈگری قطعی نہیں دوسرا وہ کسی عدالت واقع اندرون حدود ریاست ہذا کی صادر شدہ

Marfat.com

نہیں۔ اس لئے یہ تیسری تنقیح بھی بحق مدعیہ در خلاف مدعا علیہ طے کیجاتی ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ فریقین چونکہ درحقیقت اپنی شہریت اور وطنیت کے لحاظ سے برٹش انڈیا سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور والد مدعیہ نے خود یا اس کے کسی گواہ نے یہ دعوےٰ نہیں کیا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے برٹش شہریت اور وطنیت چھوڑ چکا ہے۔ کیونکہ شہریت اور وطنیت کو ترک کرنے کے لئے لازمی ہے۔ کہ یہ فعل علانیہ طور پر اور پبلک اظہار کے بعد قانونی حیثیت سے کیا جاوے۔ اس لئے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو۔ ایسے نکاح متنازعہ کے متعلق قانون بین الاقوامی یہ ہے۔ کہ وہ نکاح جو اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جائز ہے۔ جہاں سے وہ منعقد ہوا۔ وہ ساری دنیا میں جائز اور درست ہے۔ اور کوئی دوسرے ملک کی عدالت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی۔ اور پھر ایسے نکاح کی تنسیخ کے متعلق بھی قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ جس ملک میں سر دو زوجین کو وطنیت حاصل ہو۔ صرف وہیں کی عدالت تنسیخ کا مقدمہ سن سکتی ہے۔ اور اس قانون کی رو سے بیوی کی وطنیت وہی جگہ تصور ہوگی۔ جہاں خاوند کی وطنیت ہو۔

فریقین کیطرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ فریقین اپنی ابتدائی برطانوی شہریت و وطنیت پر قائم ہیں۔

گو حصولِ معاش کے لئے ایک فریق نے اپنی رہائش بہاولپور میں رکھی ہوئی ہے۔ مگر محض دوسری جگہ رہائش رکھنے سے اصل وطنیت کا ترک ہونا لازم نہیں آتا۔ مدعیہ کا نکاح علاقہ انگریزی میں ہوا۔ جہاں کہ مدعیہ کی بیان کردہ وجہ ارتداد کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس وجہ سے علاقہ انگریزی کے قانون کی رو سے یہ نکاح صحیح اور جائز ہے۔

لیکن مدعا علیہ کی یہ حجت اس لئے وزن دار نہیں۔ کہ اوّل تو یہ ثابت ہے کہ مولوی الٰہی بخش بہت مدت سے اپنے سابقہ مسکن سے ترک سکونت کر کے حدود ریاست ہذا میں رہائش پذیر ہے۔ اس کے کافی مدت کے بود و باش اور دیگر افعال سے یہ بخوبی اخذ ہوتا ہے کہ وہ حدود ریاست ہذا میں مستقل سکونت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس کا اپنے سابقہ مسکن پر واپس

Marfat.com

جانے کا ارادہ نہیں۔ کیونکہ اس بارہ میں جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں اب اس کا اپنا کوئی گھر موجود نہیں۔ مدعیہ چونکہ اس وقت نابالغ تھی اور بطور زوجہ مدعا علیہ کے حوالہ نہ کی گئی تھی۔ اس لیئے اس کا اپنے والد کے ہمراہ یہاں چلے آنے اور اس کیساتھ بود و باش رکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے بھی اب مثل اپنے والد کے یہاں کی وطنیت اختیار کر لی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پایا جاتا ہے کہ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے مدعا علیہ کی زوجیت سے انکار کر دیا۔ اور یہ حجت کی۔ کہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں اس کا جو نکاح مدعا علیہ سے ہوا تھا۔ وہ بوجہ آتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ اس لئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مدعیہ کی وطنیت بھی اب وہی شمار ہوگی۔ جو کہ مدعا علیہ نے اختیار کی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ وہاں بطور زوجہ اس کے ساتھ آباد رہی۔ اور نہ اب حقوقِ زوجیت کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہاں آباد ہونے کو آمادہ ہے۔ اس لیئے لا محالہ یہ قرار دینا پڑے گا کہ مدعیہ نے بھی اب یہیں وطنیت اختیار کی ہوئی ہے۔ اور اگر بفرضِ محال مدعا علیہ کی اس حجت کو درست بھی مان لیا جاوے تو بھی مدعا علیہ کامیاب نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس مقدمہ کی کارروائی یہاں بھی اسی ضابطہ دیوانی کے تحت کی گئی ہے۔ جو علاقہ انگریزی میں جاری ہے۔ اور نکاح زیر بحث کا تصفیہ اسی شخصی قانون کے تحت کیا جا رہا ہے۔ کہ جس کی رو سے قانون مروجہ علاقہ انگریزی کی رُو سے تصفیہ کئے جانے کی ہدایت ہے یعنے بروئے شرع محمدی۔ اس لیے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ریاست ہذا کا قانون جس کے تحت مقدمہ ہذا میں کارروائی کی جا رہی ہے۔ وہ برٹش انڈیا کے قانون سے مختلف ہے۔ ہاں قانون کی تعبیر کا سوال دوسرا ہے۔ کسی قانون کی تعبیر اس قانون کا جزو شمار نہیں ہو سکتی اس لیئے کسی عدالت کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ کسی خاص قانون کی تعبیر وہی کرے جو دوسری عدالت نے کی ہے۔ تاوقتیکہ وہ اس کی ماتحت عدالت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر مختلف ہائی کورٹوں کی مختلف قراردادیں پائی جاتی ہیں۔ مقدمہ حال میں عدالت معلیٰ اجلاس خاص نے مدراس ہائی کورٹ

Marfat.com

کے فیصلہ کو معاملہ زیر بحث کے متعلق قطعی نہ سمجھتے ہوئے قابلِ پیروی خیال نہیں کیا۔ اور عدالت معلّے کی یہ قرارداد قانوناً بالکل درست ہے۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ قانون بین الاقوامی کی اگر یہ سمجھا بھی جاوے۔ کہ ریاست ہذا اور برٹش انڈیا کے مابین حاوی ہے۔ کوئی خلاف ورزی کی گئی۔ کیونکہ یہاں اُسی قانون پر عمل کیا جا رہا ہے۔ جو برٹش انڈیا میں مروج ہے۔ اور اگر وطنیت کو ہی معیار سماعت دعوے قرار دیا جاوے تو چونکہ مدعیہ کی وطنیت حدود ریاست ہذا کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے بھی ریاست ہذا کی عدالتوں کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ عدالت ہذا میں درست طور رجوع ہو کر زیر سماعت لایا گیا ہے۔

ان قانونی امور کو طے کرنے کے بعد اب اصل معاملہ مابہ النزاع کیطرف رجوع کیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ اس سوال پر فریقین کی پیش کردہ شہادت اور دلائل پر بحث کی جائے یہ سمجھنے کیلئے کہ قادیانی یا مرزائی یا احمدی مذہب کیا ہے اور مذہب اسلام کے ساتھ اس کا کیا لگاؤ ہے۔ اور اس مذہب کو قبول کرنے والے کو کیوں مرتد سمجھا گیا ہے کچھ مختصر تمہید کی ضرورت ہے۔

یہ بات کچھ خلاف واقع نہ ہوگی۔ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ ہر مذہب و ملّت کے نزدیک ابتدائے آفرینش اور وجود باری تعالےٰ کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ تمام مذاہب کے متعلق یہ رائے صحیح نہ ہو۔ تو کم از کم یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے متعلق بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے مذاہب کی رو سے نہ صرف امور مذکورہ بالا کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے بلکہ ابتداء آفرینش کے بارہ میں ان کی کتب سماوی کا قریباً قریباً باہمی اتفاق بھی ہے۔ اس بحث سے کچھ یہ دکھلانا بھی مقصود ہے۔ کہ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم نہیں جو کہ اپنی مذہبی کتاب قرآن مجید کو منزل من اللہ کہنے والی ہے۔ بلکہ اس قسم کا عقیدہ دیگر اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اپنے مذاہب کی بنیادی کتابوں کے منزل من اللہ ہونے کے قائل ہیں۔ مسئلہ زیر بحث

Marfat.com

کا چونکہ صرف مسلمانوں سے تعلق ہے۔ اس لیئے یہاں صرف اُن کی آسمانی کتاب قرآن مجید کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو انہیں ایک خاص درخت کے پھل کھانے سے منع فرمایا گیا۔ اس کے بعد جب آدم علیہ السلام نے غلطی سے اس پھل کو کھالیا۔ تو ان کو باغِ جنت سے بیدخل کر دیا گیا۔ اور شیطان کو بھی جس کی ترغیب پر اُنھوں نے وہ پھل کھایا تھا۔ وہاں سے نکالا گیا۔ اور یہ ارشاد ہوا کہ:-

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ؕ

نیچے جاؤ یہاں سے تم سب۔ پھر اگر پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت۔ تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے (سورہ بقر رکوع ۴)

باری تعالےٰ کیطرف سے یہ ہدایت پھر اس کے رسولوں کے ذریعہ سے جو کہ انسانوں میں سے منتخب کیئے جاتے ہیں پہنچتی رہی۔ حتیٰ کہ رسولوں کا یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم تک جاری رہا۔ موسیٰؑ کے بعد آئندہ سلسلہ رسالت جاری رہنے میں لوگوں میں اختلاف ہونے لگا۔ اور عیسیٰؑ کے مبعوث ہونے پر جن لوگوں نے انہیں نہ مانا اور جو موسیٰؑ کی ہدایت پر قائم رہے۔ وہ یہود کہلائے۔ اور جنہوں نے عیسیٰؑ کو نبی تسلیم کر لیا وہ نصاریٰ کہلائے اور انکے بعد جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تو انہیں جن لوگوں نے نبی تسلیم کر کے انکی تعلیم پر چلنا شروع کیا وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ اب "مُدعیہ" کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ" آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر زندہ ہیں۔ آسمان سے نزول فرماویں گے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی شریعت پر چل کر لوگوں کو راہِ ہدایت دکھلائیں گے۔ اور رسول اللہ صلعم کی شریعت پر چلنے کیوجہ سے اُمتی نبی کہلائیں گے۔

Marfat.com

اب انیسویں صدی کے آخیر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو مدعا علیہ کے پیشوا ہیں۔ ان روایات کی جو نزول عیسٰی علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں مشہور چلی آتی تھیں یہ تعبیر کی ہے۔ کہ عیسٰی علیہ السلام جو مسیح ناصری تھے فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے واپس نہیں آنا۔ اور نہ ان کا واپس آنا بروئے آیات قرآنی ممکن ہے۔ اور نہ وہ نبی ہو کر اُمتی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اُمتی نبی سے یہ مُراد ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے اُن کے کسی اُمتی کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائیگا۔ اور اس تعبیر کے ساتھ اُنہوں نے اِس درجہ کا اپنے لئے مختص ہونے کا دعوٰے کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں فریق ثانی کیطرف سے جو دلائل اور سندات وغیرہ پیش کی گئی ہیں۔ اُن پر آگے بحث کی جائے گی۔ اب صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اس دعوٰے کو صحیح تسلیم کرکے ان کی تعلیم پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ انہیں لوگ مرزا صاحب کیساتھ اور ان کے مسکن قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے کیوجہ سے بعض اوقات مرزائی کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات قادیانی۔ اور قادیانی مرزائی کہنے سے ایک اور تعبیر بھی لی جاتی ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کے متبعین کے دو فرقے ہیں۔ ایک لاہوری اور دوسرے قادیانی۔ لاہوری انہیں نبی نہیں مانتے۔ قادیانی انہیں نبی مانتے ہیں۔ اس لیئے قادیانی مرزائی کہنے سے یہ مُراد لیجاتی ہے۔ کہ وہ شخص جس کے متعلق یہ الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے ان متبعین میں سے ہے۔ جو انہیں نبی مانتے ہیں مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ پر اسی مفہوم کے تحت یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

اِس فرقہ کا تیسرا نام احمدی ہے۔ جس کے متعلق فریق ثانی کیطرف سے کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کے امیر نے اپنی جماعت کے لئے تجویز کرکے گورنمنٹ سے اِس نام سے اپنی جماعت کو موسوم کئے جانے کی منظوری حاصل کی ہوئی ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلعم کے اقوال کا مجموعہ ہیں۔ اب مُدعیہ کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن مجید اور

Marfat.com

احادیث کی رو سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کے اعتقادات شرعاً درست نہیں ہیں۔ بلکہ کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے ان کو نبی تسلیم کرنے والا اور ان کی تعلیم پر چلنے والا بھی کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اور کسی سُنّی عورت کا نکاح جو قبل از ارتداد اس کے ساتھ ہوا ہو شرعاً قائم نہیں رہتا۔ اور اس اصول کے تحت مدّعیہ کا نکاح مدعا علیہ کے قادیانی۔ مرزائی ہو جانے کی صورت میں اس کے ساتھ قائم نہیں رہا۔ لہٰذا ڈگری انفراق زوجیّت دیجاوے۔

مدعا علیہ کیطرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ قادیانی مذہب۔ مذہب اسلام سے کوئی مغائر مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اس مذہب کے صحیح اصولوں کی صحیح تعبیر ہے۔ اس تعبیر کے مطابق عمل پیرا ہونے سے وہ خارج از اسلام نہیں ہوا۔ اس کا نکاح قائم ہے۔ اور دعوےٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

چنانچہ فریقین نے اپنے اپنے اِس ادعا کے مطابق شہادت پیش کی ہے جس پر آگے بحث کی جائے گی۔ مقدمہ ہذا میں ابتدائی تنقیحات جنکا اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ چاہے جس شکل یا جن الفاظ میں وضع شدہ ہیں۔ ان کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کا مفہوم بھی ہے۔ کہ کیا مدعا علیہ نے قادیانی یا مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور کیا اس مذہب میں داخل ہونیسے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کیا اس صورت میں مدعیہ کا نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ اس لیے ان تنقیحات کی ترمیم کے متعلق مدعا علیہ کے عذرات کو وزن دار خیال نہیں کیا گیا۔ اِس لیے ان تنقیحات کے الفاظ میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور خصوصاً ان میں ترمیم کی ضرورت اِس لئے بھی نہیں رہی۔ کہ اگر مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق بھی صورت تنقیحات قائم کی جاوے۔ تو مسل پر اسقدر مواد آچکا ہے۔ کہ اس کی رُو سے اِس صورت میں بھی بحث کی جا سکتی ہے۔ اِس سوال پر اب چنداں بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ کہ آیا مدعا علیہ قادیانی مرزائی ہے۔ یا نہ کیونکہ اس نے اپنے

Marfat.com

اعتقادات کی جو فہرست پیش کی ہے۔ اس میں اس نے صاف طور پر درج کیا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہے۔ اور ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم صلعم وارد ہوتے تھے۔ اس لئے اس سے یہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کے قادیانی متبعین میں سے ہے۔ اب بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا۔ یہ عقیدہ کفر ہے اور اس عقیدہ کے رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں مدعیہ کیطرف سے چھ گواہان ذیل مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور مولوی محمد حسین صاحب سکنہ گوجرانوالہ۔ مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری۔ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری۔ مولوی نجم الدین صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور پیش ہوئے ہیں اور مدعاعلیہ کیطرف سے دو گواہان مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد پیش ہوئے ہیں۔ یہ ہر دو گواہان قادیانی مبلغین میں سے ہیں۔ ان جملہ گواہان کی شہادتیں کئی معاملات شرعی پر مشتمل ہیں۔ اور بہت طویل ہیں۔ ان کا اگر معمولی اختصار بھی یہاں درج کیا جاوے تو اس سے نہ صرف فیصلہ کا حجم بڑھ جائے گا بلکہ اصل معاملہ کے سمجھنے میں بھی الجھن پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے ان شہادتوں سے جو اصول اور دلائل اخذ ہوتے ہیں۔ وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ اور زیادہ تر دربار معلّیٰ کی ہدایت کے مطابق ان شہادتوں کی رو سے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے یا نہ ماننے سے ایک شخص مرتد سمجھا جا سکتا ہے۔ اور کہ کیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا نہ؟

مدعیہ کی طرف سے مذہب اسلام کے جو اہم اور بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ وہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں مفصل درج ہیں۔ یہاں ان کا مختصراً اعادہ کیا جاتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول کو اس کے اعتماد

Marfat.com

پر باور کر لیا جاوے - اور کہ غیب کی خبروں کو انبیاء کے اعتماد پہ باور کر لینے کو ایمان کہتے ہیں - اور حق ناشناسی - یا منکر ہو جانے یا مکر جانے کو کفر کہتے ہیں - ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے یا تواتر سے یا خبر واحد سے تواتر اسے کہتے ہیں کہ کوئی چیز نبی کریم سے ایسی ثابت ہوئی ہو - اور ہم تک علی الاتصال پہنچی ہو کہ اس میں خطا کا احتمال نہ ہو - یہ تواتر چار قسم کا ہے - تواتر اسنادی - تواتر طبقہ - تواتر قدر مشترک اور تواتر توارث -

تواتر اسنادی اُسے کہا جاتا ہے - کہ جو صحابہ سے بسند صحیح مذکور ہو -

تواتر طبقہ اُسے کہتے ہیں - کہ جب یہ معلوم نہ ہو - کہ کس نے کس سے لیا - بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا - جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر -

تواتر قدر مشترک یہ ہے کہ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں - اس میں قدر مشترک متفق علیہ حصہ وہ حاصل ہوا جو تواتر کو پہنچ گیا - مثلاً نبی کریم صلعم کے معجزات - جو کچھ متواتر ہیں - اور کچھ خبر احاد ہیں - اِن اخبار احادیں اگر کوئی مضمون مشترک ملتا ہے - تو وہ قطعی ہو جاتا ہے - اِس کی مزید تشریح مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کی ہے کہ بعض ایسی احادیث جو باعتبار لفظ اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنے کے متواتر ہو جاتی ہیں - اگر ان معنوں کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو - کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو -

تواتر توارث اُسے کہتے ہیں - کہ نسل نے نسل سے لیا ہو - اور یہ تواتر اس طرح سے ہے - کہ بیٹے نے باپ سے لیا - اور باپ نے اپنے باپ سے - اِن جُملہ اقسام کے تواتر کا انکار کفر ہے - اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جاوے - تو اسلام کی کوئی حقیقت نہیں رہتی - اِن متواترات میں تاویل کرنا مطلب بگاڑنا - کفر صریح ہے اور متواترات کو تاویل سے پلٹنا بھی کفر ہے - کفر کبھی قولی ہوتا ہے - اور کبھی فعلی مثلاً کوئی شخص ساری عمر نماز پڑھتا ہے اور ۳۰ سال کے بعد ایک بت کے آگے سجدہ کر دے - تو کفر فعلی ہے - کفر قولی یہ ہے - کہ کوئی شخص یہ کہدے کہ خدا کیساتھ

Marfat.com

صفتوں میں یا فعل میں کوئی شریک ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کفر قولی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم (حضرت محمد مصطفیٰ) صلعم کے بعد کوئی اور نیا پیغمبر آئیگا۔ کیونکہ تواتر توارث کی ذیل میں ساری اُمت اس علم میں شریک رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئیگا۔

اسی طرح کوئی شخص اگر اپنے مساوی سے کہہ دے۔ کہ کلمہ بکا۔ تو وہ کوئی چیز نہیں۔ اُستاد اور باپ سے کہے۔ تو اُسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کفر صریح ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارہ میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں۔ قرآن مجید اور اجماع بالفصل ہے۔ اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے۔ اور کوئی مسلمان جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس عقیدہ سے غافل نہیں رہا۔ اس عقیدہ کی تحریف کرنا۔ اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اسلام ہے شناخت مسلمانوں کی۔ اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں۔ اسلام کی اگر اجماع کو درمیان میں سے اُٹھا دیا جاوے۔ تو دین سے وہ گیا۔

جو دین محمدی کا اقرار نہ کرے۔ اُسے کافر کہتے ہیں۔ جسے اندر سے اعتقاد نہ ہو۔ زبان سے کہتا ہو۔ اُسے منافق کہتے ہیں۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہو۔ لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو اُسے زندیق کہتے ہیں اور وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ شدید کافر ہے۔

ارتداد کے معنی یہ ہیں۔ کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہکر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جائیگا۔ اور ایمان یہ ہے کہ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم جس چیز کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اُس کا ثبوت بدیہات اسلام سے ہے۔ اور ہر مسلمان خاص و عام اُسے جانتے ہیں۔ اس کی تصدیق کرنا۔

ضروریاتِ دین وہ چیز ہیں۔ کہ جن کو خواص و عوام پہچانیں۔ کہ یہ دین سے ہیں جیسے اعتقاد توحید کا۔ رسالت کا۔ اور پانچ نمازوں کا اور مثل اُن کے اور چیزیں۔

شریعت کے اگر کسی لفظ کو بحال رکھا جا کر اس کی حقیقت کو بدل دیا جاوے۔ اور

Marfat.com

وہ معاملہ متواترات سے ہو تو وہ کفر صریح ہے۔ کفر و ایمان کی اِس شرعی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ ایک مسلمان بعض قسم کے افعال یا اقوال کیوجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہوجاتا ہے۔

ختم نبوۃ کا عقیدہ بایں معنے کہ آنحضرت صلعم کی نبوۃ کے بعد کسی کو عہدہ نبوۃ نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے عہد سے لیکر آجتک نسلاً بعد نسلٍ ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔

اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سے آیات سے اور احادیث متواترۃ المعنیٰ سے اور قطعی اجماع اُمت سے روزِ روشن کیطرح ثابت ہے۔ اور اُس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے۔ اور کوئی تاویل و تخصیص اِس میں قبول نہیں کیگئی۔ اِس میں اگر کوئی تاویل یا تخصیص نکالی جاوے۔ تو وہ شخص ضروریاتِ دین میں تاویل کرنیکی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائیگا۔

یہ اصول ہیں۔ جن کے تحت میں اور بھی ایسے بہت سے فروع موجود ہیں۔ جو مستقل موجبات کفر ہوسکتے ہیں۔

فریق ثانی کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر۔ اس کے رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر اور تقدیر پر یقین رکھا جاوے۔ اور اسلام گواہی دیتا ہے۔ اِس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اس کے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا۔ اور زکواۃ کا دینا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا اگر استطاعت ہو۔ اور جو شخص زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے۔ تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے۔ اگرچہ وہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔ اور اسلام کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو فرائض اور محرمات بیان کئے ہیں۔ کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ ان پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کیا جاوے۔

Marfat.com

اور جو شخص ان اعمال صالحہ کا پابند ہو۔ کہ جو قرآن مجید میں ایک مومن کا طغرائے امتیاز قرار دیئے گئے ہیں۔ تو وہ شخص مومن اور مسلمان ہے۔

یہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ جو ارکان اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کے جزو ایمان ہونے میں فریق مدعیہ کو بھی کوئی کلام نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان باتوں پر فریق ثانی کا عقیدہ ان اصولوں کے تحت جو فریق مدعیہ کیطرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ دیگر عام مسلمانوں کا۔ یا کہ اِس سے مختلف۔ کیونکہ مدعیہ کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن وحدیث کے اتباع کا دعوے بھی کرے لیکن اُن کی ایسی تاویل اور تحریف کر دے۔ کہ جس سے اِن کے حقائق بدل جائیں۔ تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔

مدعیہ کیطرف سے دین اسلام کے ثبوت کے متعلق جو بنیادی اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا مدعا علیہ کیطرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ تواتر اور اجماع کے اصولوں کو خود اُن کے پیشوا۔ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ اِن سب کا ماننا فرض ہے۔ ایک دوسری کتاب انجام آتھم میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اِس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کے زیادتی کرے۔ یا اس میں سے کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے۔ اور کتاب ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۳۰ پہ لکھتے ہیں کہ تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ اور تواتر اگر غیر قوموں کا بھی ہو۔ تو وہ بھی قبول کیا جائیگا۔ مدعیہ کے گواہان کے بیان کردہ اصول اور قواعد کے مقابلہ میں مدعا علیہ کے گواہان نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں۔ ہم آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آدیں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان کے فتاوی اور اقوال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر

Marfat.com

پڑھیں۔ اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اُسے اختیار کریں اور مخالف کو چھوڑیں کہ جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کردے۔ تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور کہ اگر کوئی شخص کسی فن کا امام ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی بات کسی دلیل کے ساتھ ثابت کردے۔ تو وہ مان لی جائے گی۔ صحابہ بھی تفسیر میں غلطی کرتے تھے یہ بیان مولوی جلال الدین صاحب شمس گواہ مدعا علیہ کا ہے۔ اس کا دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ کوئی شخص جو کلام کرتا ہے اِس کلام کے معنے وہی بہتر سمجھتا ہے۔ اور اس کلام کے معنے جو وہ بیان کرے گا یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگی۔ اور کہ گواہ مذکور کے نزدیک قرآن مجید کے سوا اور کوئی چیز مسلّم نہیں۔ سوائے اِس کے کہ جو قرآن مجید سے تطابق رکھتی ہو۔ اور جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود تطابق کرسکتا ہے۔ اور میرے لئے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لئے میرے واجب الاطاعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔ اور کہ ہر وہ بات جس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہوتی اور قرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی۔ یا اماموں کے ایسے اقوال کہ جن اقوال کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ اِس کے علاوہ اور مصنفین کی کتابیں جن کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ وہ مجھ پر حجّت نہیں ہیں۔ اور کہ قرآن کی تفسیر کیلئے کسی خاص شخص کی تعین نہیں۔ کہ وہ جو معنے کرے گا۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس کو مانا جاوے۔ اور اُس کے خلاف معنے کو رد کیا جاوے۔ اگر صحابہ سے کوئی صحیح تفسیر ثابت ہو جائے۔ جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو۔ اور صحیح مرفوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح اِن معنوں کے خلاف نہ ہو۔ وہ بہرحال مقدم ہوگی۔ اور اس کے خلاف معنے کرنے والے کو محض اِس لئے کہ وہ اِن معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی نہیں کہا جاسکتا۔ جتنک کہ قرآنی تصریح کے خلاف معنے نہ کئے جاویں۔ صحابہ کرام کیطرف منسوب شدہ بات کہ اُنہوں نے کی ہے یا کہی ہے۔ یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابلِ قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کیطرف منسوب شدہ بات کو ثابت شدہ اِس

Marfat.com

لحاظ سے کہا جاتاہے۔ کہ ان تک روایت پہنچی ہے۔ تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کی صحیح نصوص کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث میں بھی تائید رکھتی ہو۔ تو صحابہ کی تحقیق سے مقدم ہے۔ ان شرائط کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش کرنیوالا خدا کیطرف سے ملہم اور مامور نہیں ہے۔ کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق قرآن پاک کی تصریحات سے ہو چکی ہو۔ بلکہ عام شخص ہے۔ تو اُس کی ذاتی رائے اوپر کی شرائط سے علیحدہ کر کے صحابی کی بیان کردہ تصریح سے سننے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہو گی۔ کہ اُسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت میں صحیح قرار دینے والا خود مختار ہے کہ وہ اپنے استدلال کی رُو سے اُسے مطابق قرار دے۔ یا تصریح کے لحاظ سے مطابق قرار دے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دو فریق کے بیان کردہ اصولوں میں سے معقولیت کس میں ہے۔ ایک تو اپنے دین کی بنیاد چند منظم اصولوں پر کہ جن کو قدامت کی قوت حاصل ہے۔ قائم کر کے اُسے بطور ایک ضابطہ اور قانون کے پیش کرتا ہے۔ دوسرا اُسے ایک کھلونا بنا کر ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ دین کو ایک مستقل لائحہ عمل سمجھا جاوے۔ اُسے ہر لحظہ ہر آن تغیر تبدل کا متحمل قرار دیتے ہوئے ایک بازیچۂ اطفال بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک ہر شخص اِس بات کا اہل اور مجاز ہو سکتا ہے۔ کہ وہ جب چاہے بلا روک ٹوک اپنے اجتہاد کی بناء پر ایک نیا راستہ نکالکر اُس پر چلنا شروع کر دے۔ اور نہ کسی صحابی۔ نہ کسی امام۔ نہ کسی بزرگ۔ نہ کسی دوسرے ماہر فن کی کوئی پرواہ کرے۔ بلکہ شارع کے جس قول کو وہ درست سمجھے۔ اور اُس کا معنے جو وہ قرار دے۔ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اُسے کوئی گرفت کرے تو فوراً اپنے قول کی کوئی تاویل گھڑ کر پیش کر دے۔ اور چونکہ وہ تاویل مقدم سمجھی جائے گی۔ اِس لئے کوئی بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور بیچارہ گرفت کرنے والا منہ کی کھا کر چپ ہو جائے گا۔ اِس

Marfat.com

اصول کے تحت نہ صرف کسی دین کی بلکہ کسی قانون کی کوئی حقیقت نہیں رہتی کیونکہ اِس قسم کی وسعت ہر اُس ضابطہ میں کہ جس کا اجراء بطور قانون مقصود ہو متصوّر ہو سکتی ہے۔ اور اس صورت میں اُس پر کبھی بھی عملدرآمد نہیں ہو سکتا اور وہ محض لفظ ہی لفظ رہ جاتا ہے۔

اگر ان اصولوں کو جو فریق ثانی کیطرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ بروئے کار لایا جاوے۔ تو دین نہ صرف دین کہلائے جانیکا ہی مستحق نہیں رہتا۔ بلکہ ایک مضحکہ انگیز چیز بنجاتا ہے۔ اور بجائے اِس کے کہ اس میں کوئی یکسانیت پیدا کی جا سکے ہر شخص انفرادی حیثیت سے اپنی منشاء کے مطابق اپنے لئے ایک علیحدہ دین بنا سکے گا۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے دعوے سے قبل دین اسلام جن باتوں پر قائم تھا۔ اب کوئی ان کی اصلیت اور بنا نہیں رہی۔ اور اب بناء صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے اقوال و عقائد پر ہی ہے کیونکہ فریق ثانی کے نزدیک اب ان اصحاب کے سوا نہ کسی پہلے صحابی کی۔ نہ امام کی۔ نہ بزرگ کی کوئی بات مقدم اور صحیح ہے۔ بلکہ جو کچھ مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء نے کہا ہے۔ اور لکھا ہے۔ وہی درست ہے۔ اور ان کی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب حجت نہیں ہے۔ اِس سے صاف طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا دین اِس دین اسلام سے مختلف ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوے سے قبل مسلمان سمجھتے آئے ہیں۔ اس لئے مدعیہ کیطرف سے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ مذہب کے لحاظ سے ہر دو فریق میں قانون کا اختلاف ہے۔ اور مدعیہ کیطرف سے بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اصولی اختلاف بھی ہے۔ اور فروعی بھی۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ احمدی مذہب والے نے مہمات دین کے بہت سے اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے۔ اور بہت سے اسماء کا مسمّٰی بدل دیا ہے۔ آگے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

Marfat.com

اب وہ عقائد بیان کئے جاتے ہیں کہ جن کی بناء پر فریق ثانی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس ضمن میں اہم وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہے۔ اس لئے یہ دکھانا پڑے گا۔ کہ مرزا صاحب کے اعتقادات کیسے ہیں۔ اور کیا وہ نبی ہو سکتے ہیں یا نہ۔ اور ان کو نبی ماننے سے کیا قباحت لازم آتی ہے۔ اور کیا ان کے اقوال ایسے ہیں کہ ان کی بناء پر انہیں مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے ان کے اتباع سے مدعا علیہ کو بھی مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے ان اصولوں کے تحت جو ان کے بیان کے حوالہ سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ چھ وجوہات ایسی بیان کی ہیں۔ کہ جن کی بناء پر اُن کے نزدیک مرزا صاحب باجماعِ اُمت کافر اور مرتد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے ان کی رائے میں ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر و ارتداد اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد پر متفق ہیں۔ یہ وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱:۔ ختم نبوۃ کا انکار اور اُس کے اجماعی معنے کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوّت منقطع ہو۔ اس کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

۲:۔ دعوئے نبوۃ مطلقہ و تشریعیہ

۳:۔ دعوئے وحی اور اپنی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

۴:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

۵:۔ آنحضرت صلعم کی توہین۔

۶:۔ ساری امت کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا۔

تقریباً یہی وجوہات دیگر گواہان مدعیہ نے بھی بیان کی ہیں۔ اب ذیل میں حسب بیانات گواہان مذکور ان وجوہات کی تشریح درج کی جاتی ہے۔

امور ۱ تا ۳ ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ لہٰذا ان پر جو بحث کیگئی ہے وہ یکجا درج کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال پر جو ان کی مطبوعہ کتب

Marfat.com

میں موجود ہیں"۔ اعتراض کیا گیا ہے۔

۱۔ اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالے کی وحی بارش کیطرح میرے پر نازل ہوئی۔ اُس نے مجھے اِس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰

۲:۔ الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ۔ خدا کا مامور۔ خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اُس پر ایمان لاؤ اور اُس کا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم صفحہ ۶۲)

۳:۔ مجھے اپنے وحی پر ویسا ہی ایمان ہے۔ جیساکہ توراۃ۔ انجیل اور قرآن پاک پر۔ اور کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سنکر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔

۴:۔ میں اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیساکہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۱)

۵:۔ ہاں یہ نبوۃ تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ ضمیمہ حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۷۲

۶:۔ اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ کہ ہر مفتری۔ تو اوّل تو یہ دعوے بلا دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اِس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔
اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر

Marfat.com

کہو۔ کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۔ یعنی قرآنی تعلیم توراۃ میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔ جس میں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توراۃ اور قرآن شریف میں باستیفا احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں (اربعین ۴ صفحہ ۶۔)

اس کتاب کے حاشیہ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔ اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ ایک الہام کی یہ عبارت ہے۔

(اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اس کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔)

اب دیکھو خدا نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کیلئے اس کو مدارِ نجات ٹھیرایا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ جس کے کان ہوں سنے۔

۸۔ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کیگئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اُس کیلئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اُس اُمت کو آنحضرت کے بعد قیامت تک مکالمات الٰہیہ سے بے نصیب قرار دیا جاوے۔ وہ دین۔ دین نہیں۔ نہ وہ نبی۔ نبی ہے۔ جس کی متابعت

Marfat.com

سے انسان خدا تعالٰے سے اسقدر نزدیک نہیں ہو سکتا۔ کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے۔ جو یہ سکھلاتا ہے۔ کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے۔ اور وحیِ الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔ اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدائی آواز ہے۔ یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۹)

۹:۔ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۱۰:۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا۔ کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الخ (اعجاز احمدی صفحہ ۷۱)

....

۱۱۔ میں صرف پنجاب کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کیواسطے مامور ہوں (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۲)

۱۲۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوٰے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالٰے کیطرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے سوا جسقدر ملہم۔ محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں شان اعلٰے رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ حاشیہ (تریاق القلوب صفحہ ۳۲۵ و ۳۲۶)

۱۳۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر عبارت ذیل جاءنی آئیل ...... واشاره کے تحت ایک فوٹ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اس جگہ آئیل خدا تعالٰے نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے بار بار رجوع کرتا ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ غرض اس حصّہ کثیر وحی الہٰی اور امور غیبیہ میں اِس اُمّت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال او راقطاب اس اُمّت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اِس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط انمیں پائی نہیں جاتی۔

۱۵۔ حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں کہ جس نے احکام وعقائدِ دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ (ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۲)

۱۶۔ حقیقت الوحی میں ایک وحی بالفاظ ذیل درج ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الخ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ اس وحی میں میرا نام محمّد رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔

۱۷۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ مگر ظلیّ نبوۃ جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدّی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

۱۸۔ کتاب حق الیقین صفحہ ۱۰۲ پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء کو نبوۃ کا فہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف۔ لام پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانیوالی نبوۃ اب بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا۔ وہ کافر ہے۔

ان حوالہ جات سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ وہ بالفاظ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام متبعین کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبوۃ تشریعی کا دروازہ بند ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت تشریعی کا دعوٰے کرے۔ وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ قول ۶ میں مرزا صاحب نے اپنی تشریعی نبوت کا کھلے الفاظ میں دعوٰے کیا ہے۔ اور اس میں چند باتوں کی

Marfat.com

تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ جس نے اپنی اُمّت کے لئے کوئی قانون مقرر کیا ہو۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر ہو گئے۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف فرمادیا ہے کہ وحی میں جو حکم یا نہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا بھی حکم اُس کے پاس بذریعہ وحی کے آئے تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کیلئے کافی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بہت سی وحی وہ بیان کی ہے جو کہ آیاتِ قرآنی ہیں۔ اِس لئے وہ بھی مرزا صاحب کی شریعت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دیدیا کہ صاحب شریعت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام ہوں کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے ابراہیم اور موسےٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی۔ اب اگر شریعت جدید کے لئے یہ ضروری ہو۔ کہ اُس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب نئے احکام ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اِس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول اللہ صلعم صاحبِ شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحبِ شریعت نبی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کہہ دیا۔ کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شریعت کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ تمام اوامر و نواہی اس شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام تورات اور قرآن مجید میں بھی مذکور نہیں۔ اگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہوتے۔ تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ اگر کوئی مدعی نبوّت ایک امر و نہی کا بھی دعوےٰ کرے اگرچہ وہ امر و نہی پرانی ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائیگا۔ اور اس میں اور رسول اللہ صلعم میں بایں معنی کچھ فرق نہیں۔ کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

Marfat.com

یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ اگر کسی نبی کو خدا کا بھی حکم آوے۔ کہ تجھکو ہم نے نبی کر کے بھیجا ہے۔ اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانیگا وہ کافر ہے۔ تو وہ نبی بھی صاحب شریعت اور نبی تشریعی ہو گیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ جو نبی حقیقی ہے۔ اور جو نبی شرعی ہے۔ اس کیلئے نبی تشریعی ہونا ضروری ہے۔ اس لیئے مرزا صاحب اپنی تحریر اور اس اقرار کے مطابق کافر ہوئے اس کے علاوہ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے۔ جو اس میں ہوگا۔ وہ نجات پائیگا۔ اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے۔ جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ مرزا صاحب نے ایک نیا حکم یہ بھی دیا ہے۔ کہ ان کی عورتوں کا نکاح غیر احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔

(یہ نتیجہ بحوالہ کتاب انوار الخلافت مرتبہ مرزا محمود صاحب صفحہ ۹۳۔۹۴ اخذ کیا گیا ہے) مرزا صاحب کی شریعت میں ایک نیا حکم اور یہ بھی ہے۔ جو تمام اسلام کے خلاف ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرماکر یہ حکم فرمایا ہے کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کریگا۔ وہ میری بیعت سے خارج ہے۔ اور بیعت سے خارج ہونیکا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور کافر ہے۔ حالانکہ زکواۃ کیلئے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا۔ کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکواۃ نہ دے۔ تو وہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ یہ حوالہ مرزا صاحب کے ایک فرمان سے جو لوح ہدیٰ میں قادیان سے دسمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی دیا گیا ہے اس فرمان کے چیدہ چیدہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنے وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں .... ہر ایک شخص جو مرید ہے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کرے .... جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا .... وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں

Marfat.com

نہیں رہ سکیگا...... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائیگا۔

اس کے آگے گواہ مذکور آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے حوالہ سے بیان کرتا ہے۔ کہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں۔ تو کوئی رسول بھی آپ کے بعد بطریق اولیٰ نہیں۔ کیونکہ رسول نبی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو وہ رسول بھی ہو۔ اور اس کی تائید میں احادیث متواترہ ہیں۔ جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث کا انکار کرنیوالا ویسا ہی کافر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے۔ وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا۔ اس کی تائید میں اُنہوں نے چند ائمہ دین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اور اُن سے یہ دکھلانا چاہا ہے۔ کہ احادیث متواترہ میں یہ خبر درج ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی پیدا ہونیوالا نہیں ہے۔ اور کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوۃ کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے۔ دجال اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ شعبدہ بازی کرے۔ قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے اور کہ جو شخص دعوےٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ اور پھر ان حوالہ جات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں یقینی ہے۔ اور اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی کسی قسم کی نبوۃ میں نبی نہ بنے گا۔ عیسےٰ علیہ السلام کا آنا اس کا منافی نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں آپ خاتم الانبیاء کے معنے بھی یہی ہیں۔ کہ اپنے عموم سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی۔ اُس کی تائید میں چند دیگر آیات قرآنی اور احادیث بھی پیش کی گئی ہیں جن کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اور ان کا حوالہ دیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ انکارِ ختمِ نبوت۔ کفر ادعا نبوت بھی کفر اور ادعاء وحی بھی کفر ہے۔ البتہ ایک حدیث

Marfat.com

کا یہاں حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس پہ آگے مدعا علیہ کے جواب کے وقت بحث
کی جاوے گی۔ وہ حدیث بایں مطلب ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری
مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے۔ اُس شخص کی سی ہے۔ کہ جس نے ایک
مکان تعمیر کیا۔ اور بہت اچھا اور بہت خوبصورت اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک
اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ اِس کو کیوں پُر نہ کر دیا گیا۔ سو میں ہوں وہ اینٹ
اور میں ہوں خاتم النبیین۔ اِس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ تعمیر بیت نبوت
جو ابتدائے آفرینش سے ہوئی تھی۔ وہ بدوں سرورِ عالم صلعم کے ناقص تھی۔ سرورِ عالم کے
وجود باجود سے وہ مکمل ہو گئی۔ اور بیت النبوۃ میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اب
اگر کوئی اینٹ ہو گی تو وہ بیت النبوۃ سے نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص مدعی
نبوت ہوگا۔ تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا ہے۔ وہ اُس کا جزو نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب کے قول ۵ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے صراحتاً
یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ رسول اس کو کہتے ہیں۔ جس نے احکام و قواعد دین جبرئیل علیہ السلام
کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ اگر مرزا صاحب نے احکام و عقائد اس ذریعہ سے
حاصل نہیں کئے۔ تو دعوئے نبوت جھوٹ ہوا۔ اور جھوٹا مدعی نبوت باتفاق کافر ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کے قول ۱۳ سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا
ہے کہ مرزا صاحب اپنے پر جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے مدعی ہیں۔ اور صرف دعوے
پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شانِ نبوت و رسالت کا سکہ جمانے کے لئے تمام خصوصیات
نبوۃ و لوازمات رسالت کو نہایت جزم اور وثوق کیساتھ اپنی ذات کیلئے ثابت کرنے
میں کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی جماعت دوسرے مقربان بارگاہ الٰہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیا علیہم السلام
پر بھی نزول جبرائیل ہوا کرتا ہے۔ اور ان کے وحی و الہام قطعی و یقینی ہوا
کرتے ہیں۔ اِس طرح مرزا صاحب بھی اپنے وحی کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔ اور

Marfat.com

قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں۔ جو سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب شریعت کے اور کسی دوسرے مقرب بارگاہ الٰہی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے۔ اور اپنے آپ کو اس معنے میں نبی اور رسول ظاہر کرتے تھے۔ جس معنے میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔

گواہان مدعیہ نے خود مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے بھی یہ دکھلایا ہے۔ کہ وہ خود قبل از دعوے نبوت یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور کہ آپ آخری نبی ہونے کے معنوں میں خاتم النبین ہیں (چنانچہ ازالتہ الاوہام کے صفحہ ۵۲۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نبی کیونکر آسکتا ہے۔ اور خاتم النبین کی دیوار وہی اس کو آنے سے روکتی ہے آگے اس کتاب کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں۔ لیکن وحی نبوۃ پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی اور کتاب حمامتہ البشرٰے میں آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ............ خَاتَمَ النَّبِیّٖن کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ ہمارے نبی صلعم خاتم النبین ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور ہمارے نبی صلعم کے بعد اگر ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز نہیں گے۔ تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کو کھولنے کے قائل ہو جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا۔ حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبی آپ کیساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہزار ہا سال کے گذرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فراغت کا سلسلہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول کہ الیوم اکملت لکم دینکم جھوٹی خبر ہو گئی۔ اور خلاف واقع

Marfat.com

ہوگئی - اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ کے ایک حوالہ سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی پہلے دعویٰ نبوۃ کو کفر سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعوے کروں ۔ اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین کے ساتھ ملجاؤں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲ام پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے ۔کہ خاتم النبین کے بعد پھر جبرائیل کی وحی رسالت کیسا تھ زمین پر آمدورفت شروع ہوجائے۔ ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہوجائے۔ جوامر مستلزم محال ہے ۔ وہ محال ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ تحریر فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کیوجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ عیسٰی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسٰی رکھا ۔ اور جو قرآن شریف کی آئتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کیطرف منسوب تھیں وہ سب آئتیں میری طرف منسوب کردیں اور یہ فرمایا کہ تمہارے آنیکی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے ۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا ۔ اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا۔ اور شائع کردیا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے ۔ اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جتبک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھکو نہ سمجھایا۔ کہ عیسٰی ابن مریم اسرائیلی توفوت ہوچکا ۔ اور وہ واپس نہیں آئیگا ۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۹۴)

ایک اور جگہ کتاب حقیقت النبوۃ صفحات ۲۶۵/۲۶۶ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبین تھے ۔ مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے ۔ اور نہ ہی اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے ۔ کیوں کہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں ۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی

Marfat.com

وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا آگے لکھتے ہیں۔ کہ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوۃ کا بھی اظہار کریں۔ اور یہ بروز خدا کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا۔ وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوۃ مجھے عطا کی گئی ہے۔ اور اس نبوۃ کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک اور جگہ لکھا ہے۔ کہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ہیں پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم کے خاص خاص صفات ہیں۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ظل اور بروز کے الفاظ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ مراد ان سے حقیقت کاملہ نبوۃ ہے۔

ان تصریحات سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ کا یہ استدلال ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوۃ کے لئے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ محض لاطائل اور بے معنی سعی ہے کیونکہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لکھتے وقت اور اس سے مدتوں پہلے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی رو سے کسی نئے نبی کے آنیکا انکار تھا۔ تو بعد میں قرآن کی کونسی آیت اتری یا نبی کریم صلعم کی کونسی حدیث پیدا ہوئی جس کی بنا پر مرزا صاحب نے نبوت کا ادعا کیا۔ خاتم النبین کی آیت اور الیوم اکملت لکم کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھیں یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں۔ اور اوامر و نہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعائے نسخ سے پناہ لیکر کوئی تاویل کیجاوے تو اوامر و نواہی

Marfat.com

میں جاری ہوسکتی ہے۔ اجبار بیں نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکر ازروئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادعا نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔

ختم نبوۃ کے معنے کو جیسا کہ عام عقیدہ ہے۔ مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنے کلام میں اسطرح اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن صرف اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لئے بے محل اور خلافِ محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی ہے۔

آگے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد بروزی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہی کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۷۷ حاشیہ پر لکھتے ہیں "مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئیگا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے" اس کتاب کے صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں۔ اور اگر احادیث نبویہ کو بغور دیکھا جاوے۔ تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح ٹہرتا ہے۔ جب مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔ اس حوالہ سے مرزا صاحب کا بروزی اور ظلی نبی ہونیکا دعوے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لئے ادعا نبوت کرے۔ یا کسی دوسرے کو نبی مانے تو وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ اس کی تائید کہ ظلی اور بروزی الفاظ محض الفاظ ہی ہیں اور کہ دراصل مرزا صاحب کی مراد حقیقی نبوت سے ہے۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے بشیر محمود صاحب کی ایک تحریر سے ہوتی ہے۔ جو اخبار الفضل مورخہ ۲۶۔ نومبر ۱۹۱۳ء کے حوالہ سے مدعیہ کے گواہ مولوی مرتضے حسن صاحب نے نقل کی ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے۔

Marfat.com

ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری وحیوں میں حضرت اسمٰعیل، حضرت ادریس علیہم السلام کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی خدا کے آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اُس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگجائیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوۃ کا ثبوت ہم دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بروزی اور ظلی نبی نہیں کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے۔ اور جو نبیوں کی شان ہے۔ اس کو ان الہامات کے تحت کریں گے۔ اِس سے نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ الفاظ انکساری اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔ ورنہ ان کے معنے مراد نہیں ہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو بروزی یا ظلی یا مجازی نبی کہتے ہیں اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیئے۔

اسی طرح خلیفہ دوم اخبار الفضل مورخہ ۲۹۔ جون ۱۹۱۵ء ہینڈبل صفحہ ۲ کی سطر (۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کو نبی اللہ تسلیم نہ کرنا۔ اور آپ کو امتی قرار دینا۔ یا اُمتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت کو جو سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں اُمتی قرار دینا ہے۔ اور اُمتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفرِ عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔

ختم نبوت اور انقطاع وحی پر مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک اور دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جس کی توجیہہ یہ ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ یہ ابتداء وحی اور آغازِ وحی ہے۔ اِس کے بعد ہم نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف

Marfat.com

سے یہ پتہ لیتے ہیں۔ کہ آیا سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا نہ جواب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ذریّت میں سلسلہ نبوّت جاری ہے۔ اور ذریّت ابراہیم میں بھی ابھی سلسلہ نبوّت جاری ہے۔ دوسری بات اِس سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ نبوۃ کا ظرف اور محل آل ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے۔ کہ اللہ عزاسمہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں دو شعبہ قرار دیئے ہیں۔ ایک "بنی اسحاق" جن میں پہلے نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت انبیاء ان میں آئے۔ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ دوسرے "بنی اسماعیلؑ" جن میں آنحضرت صلعم تک کوئی نبی نہ آیا۔ اِس کے بعد موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کیطرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ولقد اٰتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہٖ بالرسل۔ اِس آیت سے یہ ثابت ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور کئی ایک رسولوں کے آنیکا وعدہ ہے۔ جیساکہ لفظ "الرسل" سے ظاہر ہے۔ اِس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے۔ تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے۔ کہ آیا بکثرت انبیاء ابھی آئیں گے؟ یا کیا ہوگا۔ تو خداوند تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ .... الخ خداوند سبحانہ، تعالےٰ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ "اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول تمہاری طرف ہوکر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آئیگا۔ نام اُس کا احمد ہوگا۔ قرآن کریم نے اس سے پہلے رسل کے لفظ سے عام طور پر رسولوں کے آنیکی خبر دی تھی۔ اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دیکر اُسی کے نام سے مشخص۔ اور

Marfat.com

اور معین فرمایا۔ یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ احمدؐ صلعم پر نبوت کو ختم کر رہا ہے۔ اور عام طور پر جو رسولوں کے آنیکا اسلوب تھا۔ اس کو بدل کر ایک خاص معین مشخص کے آنیکی اطلاع دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کا زمانہ آتا ہے۔ تو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں۔ کہ آنحضرت کے آنے کے بعد سلسلۂ نبوت جاری ہے۔ یا بند ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم فرماتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالےٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلۂ نبوّت جاری رہنے اور رسل کے آنیکی اطلاع دی۔ اور آنحضرت صلعم پر آکر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دیجانی ضروری تھی۔ جیسا کہ پہلے دیگئی۔ ختم نبوّت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعًا اور یقینًا یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوّت کا اعلان کر رہا ہے۔

اس ضمن میں دو احادیث کا حوالہ جو گواہ مذکور نے دیا ہے۔ اور دیگر گواہان مدعیہ کے بیانات میں بھی موجود ہے۔ دیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کے جواب میں یہ حدیثیں بحث طلب ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہؐ صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا۔ تو دوسرا نبی آجاتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفہ ہوں گے۔ پس بہت ہوں گے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جنگ تبوک پر جاتے ہوئے۔ آپ نے جب حضرت علی کو اہلبیت کی نگرانی کیلئے چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہارون کو موسےٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبوت آنحضرت کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی جاری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رسول اللہؐ صلعم لا نبی بعدی کہکر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔ گواہ مذکور نے قرآن مجید سے ختم نبوت کی ایک اور یہ دلیل بھی پیش کی ہے۔ کہ سورۂ آلِ عمران پارہ تیسرا کی آیت قولوا آمنا باللہ وما انزل

Marfat.com

الیک .... الخ سے اللہ تعالےٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کیگئی وہ زمانہ ماضی میں ہوئی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ جو آنحضرت سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی ایسے نبی کے لئے ایمان لانے کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو۔ اگر کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد آنیوالا ہوتا۔ تو ضرور اللہ تعالےٰ ہمیں اُس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ سورۂ بقر کی ایک اور آیت والذین یومنون بما انزل الیک .... الخ میں بھی خداوند تعالےٰ نے انہیں کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور "مفلحون" فرمایا ہے۔ جو آنحضرت کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ ہر جگہ وحی کے ساتھ لفظ قبل کو ملایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے سورۂ سبا پارہ ۲۲ کی آیت وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس .... الخ سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ متقی بننے کے لئے صرف ان چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت میں بیان کیگئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی ہے جو آنحضرت صلعم کیطرف نازل کیگئی۔ دوسری وہ جو آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کیگئی۔ اگر آنحضرت صلعم کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور ارتقار کی مدار ہوتی تو اللہ تعالےٰ اُسے بھی یہاں ذکر فرما دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور نئی بات کی یا نئی وحی کی متقی بننے کیلئے حاجت نہیں۔ اور نہ ہی اُس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر انسانوں کی نجات کا دارومدار ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مرزا صاحب کی ایک اور تحریر بہت واضح ہے جس کا ذکر مولوی مرتضےٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب "ازالۂ اوہام" کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا۔ یا قبول کرنا پڑے گا۔ کہ خدا تعالےٰ مسیح ابن مریم کو لوازم

Marfat.com

نبوت سے الگ کر کے۔ اور محض ایک امتی بنا کر بھیجا۔ اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔"
اسیطرح صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول دُنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع صرف اور اپنی اُس وحی کا متبع ہوتا ہے۔ جو اُس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے۔ کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے۔ اور حضرت جبرائیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے۔ اور وحی کے ذریعہ انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے۔ تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ صرف اتنا کہا جائیگا۔ کہ تو قران پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی۔ اور کبھی جبرائیل نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ وہ مسلوب النبوت ہو کر امتیوں کیطرح بن جائیں گے۔ تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لائیں۔ اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم النبوۃ کا منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی۔ تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر خداوند تعالےٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں تصریح بیان کیا گیا ہے۔ کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کیلئے وحی نبوۃ لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔ اِس سے مدعیہ کیطرف سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کہ کوئی نبی مطیع یعنے اُمتی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اُس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اُس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب مرزا صاحب نبی ہوتے تو اُنہوں نے اُس وحی کی اتباع کی۔ جو اُن پر نازل ہوئی۔ یا قرآن کی۔ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی مرزا صاحب کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع

Marfat.com

کرنی چاہیئے تھی۔ اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی۔ تب بھی کافر کیونکہ قرآن کو چھوڑا۔ کتاب ازالۃ الاوہام مرزا صاحب کے دعویٰ کے کچھ عرصہ بعد تحریر ہوئی۔ اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کے وہی معنے سمجھتے رہے۔ جو ساری دُنیا نے سمجھے۔ اور ایک نبی کا آنا اور ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام کا اُترنا اور ایک فقرہ کہنا۔ کہ تم قرآن کا اتباع کرو۔ یہ سب چیزیں مرزا صاحب کے نزدیک ختم النبوۃ کے مخالف تھیں۔ اور اس سے مہر نبوت ٹوٹتی تھی۔

ہر صدی میں کم از کم ایک مجدد آتا ہے۔ ان کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں جو لوگوں سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس پر لوگوں کو متنبہ کریں۔ اور بالخصوص ایسے امور اور عقائد کی نسبت کہ جن سے انسان کافر ہو جائے۔ علاوہ ازیں امت میں بے شمار اولیاء۔ ابدال اقطاب گذرے اور تمام صحابہ کرام ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کئے۔ جو مرزا صاحب نے اب بیان کئے ہیں۔ اس لئے جو معنے ختم النبوت کے اب تجویز کئے ہیں۔ جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا اور وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے۔ اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانیکا مستحق ہے۔

اس بناء پر اگر یہ معنے صحیح ہیں تو جب تک مرزا صاحب کا مذکورہ بالا عقیدہ رہا۔ مرزا صاحب بھی کافر ہوئے۔ اور ان سے پہلے جتنے مسلمان اس عقیدہ پر گذرے وہ سب کے سب کافر ہوئے۔ اور اگر مسلمانوں کا اور مرزا صاحب کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا۔ تو پہلے لوگ تو مسلمان اور مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے کے بعد کافر ہو گئے۔ یہ نتائج مولوی مرتضٰے صاحب کے بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ آگے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ جو امر مستلزم محال ہے۔ وہ محال ہوتا ہے۔ اس سے اگر مراد محال عقلی ہے۔ تو اس کا اخفاء ناجائز ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک جبکہ صحابہ تابعین۔ ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہائے۔ کہ جنہوں نے عقلی امور کی بال کی کھال نکالدی ہے۔ اور اگر محال سے مراد شرعی ہے۔ تو وہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانہ تک اور اتنے علمائے متبحرین پر۔ اور مجددین پر۔ اس سے

Marfat.com

ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اِس کلام کے لکھنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبین کے معنے یہ ہیں۔ کہ کوئی جدید یا قدیم نبی آ ہی نہیں سکتا۔ علمائے اُمّت نے جو مسئلہ ختم النبوّت پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور جس آیت کے معنے لکھے ہیں اور وہ معنے مرزا صاحب کے مسلمات میں سے ہیں۔ وہی حق ہیں۔ اور اب جو اِس معنے سے انکار کرے وہ کافر اور بیشک کافر ہے

ایک اور کتاب حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۳۴ پر مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے۔ ظاہری معنے پر حمل کرے۔ اسی واسطے کہ یہ آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ .... الخ خاتم النبین کے مخالف ہے

کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کی استثناء نہیں کی۔ اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفصیل فرمائی۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے جو سمجھنے والوں کے لئے بیان واضح ہے۔ اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد بند ہونے کے کھل جائے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے۔ حالانکہ وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اس کا اعتقاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ اور خاتم الانبیاء وہ بنے نہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس میں اِس بات کی تصریح کر دی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر بغیر کسی استثناء کے رسول اللہ صلعم نے اِس کلام میں فرمائی کہ "لا نبی بعدی" اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبین کی تفسیر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ہے۔ اور خاتم النبین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اسی میں کسی نبی بروزی ظلّی وغیرہ کی قید نہیں۔ اور اب لا نبی بعدی کا یہ معنے لینے کہ اس سے مراد خالص وہ نبی ہے جو مستقل نبی ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر اس نے نبوّت حاصل کی ہو۔ کیونکہ یہ معنے مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اور اب یہ معنی کرنے

Marfat.com

ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ مرزا صاحب خاتم کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم مہر ہیں۔ اور آپ کے منظور کرنے سے نبی بنتے ہیں۔ کتاب حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۶۶ حصّہ اوّل ضمیمہ ۱ء لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ میں ظلّی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلعم کی نبوت محمد صلعم تک ہی محدود رہی۔ یعنے بہرحال محمد صلعم ہی نبی رہا۔ نہ کوئی اور۔ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیٰ اس سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ میں آئینہ بن گیا ہوں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اور مجھ میں تصویر اُتر آئی ہے۔ رسول کریم صلعم کی۔ اس سے مہر نبوت نہ ٹوٹی۔ یہ تمسخر ہے خُدا اور خدا کے رسول صلعم کے ساتھ۔

اب باقیماندہ وجوہات تکفیر میں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بارہ میں گواہان مدعیہ کے بیانات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مرزا غلام احمد صاحب کی حسب ذیل تحریروں پہ اعتراض کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ پہ لکھتے ہیں۔

لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنا گیا۔ کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا۔ یا اپنے ہاتھوں یا کسر بالوں سے اُس کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خُدا نے قرآن میں یحیٰی علیہ السلام کا نام "حصور" رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصّے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ پس اس نادان اسرائیلی نے اِن معمولی باتوں کا پیشینگوئی نام کیوں رکھا۔" آگے حاشیہ صفحہ ۵ پہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔" اس صفحہ پہ آگے کہتے ہیں کہ "میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے"

Marfat.com

آگے ہے کہ "یہ بھی یاد رہے۔ کہ آپ کو کسقدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی" ضمیمہ انجام
اتھم صفحہ ۷ کے حاشیہ پر ہے۔ کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین
دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر
ہوا۔ آگے لکھتے ہیں "آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ
جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا
کہ وہ اُس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے" آگے ہے کہ "سمجھنے والے سمجھ لیں
کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے"

یہ گالیاں یسوع کا نام لیکر ضمیمہ انجام اتھم میں درج کیگئی ہیں۔ لیکن بیان کیا جاتا
ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک تھے۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام
صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ "مسیح ابن مریم جس کو عیسٰی اور یسوع بھی کہتے ہیں" اسیطرح اپنی کتاب
حاشیہ کشتی نوح صفحہ ۶۶ پر لکھتے ہیں کہ "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب سے نقصان
پہنچا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسٰی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کیوجہ
سے۔ اے مسلمانو تمہارے نبی صلعم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے"

حاشیہ ضمیمہ انجام اتھم صفحہ ۵ پر ہے۔ "جن جن پیشینگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت
میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔

حاشیہ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں "اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا
مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب "طالمود" سے چرا کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہر
کیا ہے۔ کہ گویا میری تعلیم ہے"۔ آگے ہے۔ کہ "آپ کے حقیقی بھائی آپ کی اِن حرکات سے آپ سے
سخت ناراض رہتے تھے۔ اور اُن کو یقین تھا۔ کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے"۔

کتاب ست بچن صفحہ ۱۷۱ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ "یہ درخواست بھی صریح
اِس بات پر دلیل ہے۔ کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا"

ضمیمہ انجام اتھم حاشیہ صفحہ ۶ پر ہے کہ "عیسائیوں نے بہت سے آپ کے
معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا"

Marfat.com

اس کتاب کے صفحہ ۶ پر ہے کہ آپ نے معمولی تدبر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو۔ یا کسی ایسی بیماریوں کا علاج کیا۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے۔ اور اس تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو۔ تو وہ معجزہ آپ کا نہیں ہے۔ بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھوں میں سوائے مکر وفریب کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ صفحہ ۹ پر آگے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ "خداوند تعالے نے قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی۔ کہ یسوع کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا کہ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے نبی کے مقدس وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس نبی کو قرار دیں۔"

اور کتاب ست بچن صفحہ $\frac{168}{167}$ پر لکھتے ہیں۔ اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بُرے کام کئے۔ ایک بیگناہ کو اپنی شہوت رانی کیلئے فریب سے قتل کرایا۔ اور دلالہ عورتوں کو بھیجکر اس کی جورو کو منگوایا۔ اور اُس کو شراب پلائی۔ اور اُس سے زنا کیا۔ اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشینگوئیوں کو غلط قرار دیا گیا ہے ازالتہ الاوہام صفحہ ۱۲۵ کے حاشیہ پر درج ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ کشتی نوح صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ مریمؑ کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ

Marfat.com

عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعداد ازدواج کی کیوں بنا ڈالی گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اِس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض ازالہ اوہام جلد اوّل صفحہ ۳ پر مرزا صاحب مولویوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ "اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں"۔

دافع البلاء صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اِس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔ اِسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ "جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ وسوسہ شیطانی ہے۔ کہ کہا جائے کہ کیوں تم اپنے تئیں مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو"۔

مولوی انور شاہ صاحب نے لفظ یسوع کی اصل یہ بتائی ہے کہ یہ دراصل عبرانی لفظ ہے۔ اور عبرانی میں ایشوع بمعنے نجات دہندہ تھا۔ ایشوع سے یسوع بنا اور زبان عربی میں آکر لفظ عیسیٰ بنا۔ اور یہ تعریب قرآن سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ نزولِ قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

ازالہ الاوہام صفحہ ۳۰۹ پر لکھتے ہیں۔ ماسوا اِس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل ترب یعنے مسمریزمی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ عمل ترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے دیتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اِس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل و توفیق سے اُمید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابنِ مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔

Marfat.com

ان عبارات سے یہ نتائج نکالے گئے ہیں کہ مرزا صاحب یہ بخوبی جانتے تھے۔ یسوع مسیح ایک ہی شخص ہے۔ جیسا کہ ان کی اپنی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے یسوع کے نام سے جو کچھ کہا ہے۔ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے بعض فقرات عیسائی پادریوں کے جوابات میں الزامی صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان فقرات میں اس قسم کے الفاظ کہ "حق بات یہ ہے" وغیرہ وغیرہ الزامی جوابات نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب کی اپنی تحقیق کا نتیجہ شمار ہوں گے نیز دافع البلاء کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو "حصور" نہ کہنے کیلئے مذکورہ بالا قصے مانع تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جو عالم الغیب ہے۔ یہ بات محقق تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیوب موجود ہیں۔ اس لئے اس کا نام "حصور" نہ رکھا۔ اور جو گالیاں مرزا صاحب نے پہلے "انجام آتھم" میں عیسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں وہی یہاں مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی اور راست گوئی کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ اور قرآن نے ان کی شان میں کہا ہے کہ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ط رسولوں کو دنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی اطاعت کریں۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے معجزات کو مسمریزم کہا ہے۔ حالانکہ مسمریزم اقسام سحر اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے۔ کہ جس کا کسی پاکباز یا نیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں کیا جا سکتا۔ سر بد اخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے۔ اور پھر ایسے معجزات کو جسکو قرآن کریم نے نہایت شان اور عظمت سے ذکر فرمایا ہے۔ عمل ترب یا مسمریزم کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو معجزات ثابت کئے گئے ہیں ان کو آج تک

Marfat.com

تمام علمائے اُمت اور عامتہ المسلمین قبول کرتے رہے ہے۔ مرزا صاحب نے ان کو مسمریزم وغیرہ کیطرف منسوب کرکے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی فرمائی۔ ان کا عیسیٰ علیہ السلام کی اسطرح توہین کرنی ایک وجہ کفر ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب ضمیمہ "چشمہ معرفت" صفحہ ۱۸ پہ جو عبارت بالفاظ ذیل :۔ "شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے .... تا موجب نزول غضب الٰہی درج کی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور کسی نبی کا اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی"۔

اس کی تائید میں منجانب گواہان مدعیہ چند سندات۔ قرآن احادیث اور اقوال بزرگان پیش کئے گئے ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل درج کرنیکی ضرورت نہیں صرف مختصراً یہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ سب اور ناسزا کہنا پیغمبروں کو اور طعن کرنا سرچشمہ ہے۔ جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں کا۔ اور ہر کفر اس کی شاخ ہے اور کسی نبی کی ادنےٰ توہین کرنا بھی کفر ہے۔ اور کہ امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ جس نے ناسزا کہا نبی کریم کو یا تنقیص کی مسلمان ہو یہ شخص یا کافر۔ سزا اس کی قتل ہے اور علماء نے کہا ہے۔ کہ تعریض کرنا خدا کی سب کا یا رسول کی سب کا ارتداد ہے۔ اور موجب قتل ہے۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ علماء نے جب توراۃ اور انجیل محرف سے کوئی چیز نقل کی ہے۔ اُن سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نالائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفر اور اسلام کا فرق ہے۔

مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام سے بھی افضل کہا ہے اور کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰ پہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اِس سے بہتر غلام احمد ہے" اور یہ کہ باتیں شاعرانہ نہیں

Marfat.com

بلکہ واقعی ہیں۔ کتاب ازالۃ الاوہام جلد اول صفحہ ۶۹ سے مرزا صاحب کا ایک اور شعر نقل کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے "اینک منم کہ حسب بشارات آمدم۔ عیسیٰ کجا است تا بنہد بامنبرم۔

مولوی انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخکنی کی ہے۔ اور ایک حرف موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کا اشارۃً یا کنایۃً نہیں فرمایا۔

اب اِس عنوان توہین انبیاء کے دوسرے ہیڈنگ پر گواہان مدعیہ کے پیش کردہ دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

توہین انبیاء کے تحت گواہان مدعیہ نے یہ دکھلایا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی توہین کی ہے۔ بحوالہ کتاب حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۶۵/۲۶۶ مرزا صاحب کے اِس قول سے کہ میں بروزی طور پر خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت ملنے سے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آنے کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اور سرورِ عالم صلعم ایک ہوں جو عقلاً اور نقلاً باطل ہے۔ اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بطریق تناسخ معاذ اللہ مرزا صاحب ہوئے۔ تو تناسخ کفر۔ اور اگر یہ معنے ہیں۔ کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے تو یہ ایسی باطل بات ہے۔ کہ دنیا جانتی ہے۔ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہو سکتا تو اب مرزا صاحب کا نبی ہونا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا نہیں ہے اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے۔ کہ سایہ اور ذی سایہ ایک ہوتا ہے تو رسول اللہ صلعم ظل اللہ ہیں۔ اور اس طرح وہ نعوذ باللہ عین خدا ہیں اور مرزا صاحب عین محمد صلعم ہیں تو اس سے صاف یہ نتیجہ ہے۔ کہ مرزا صاحب عین خدا ہوئے۔ اگر ظل ہونے کے یہ معنے ہیں کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو ایسی ظلیت تمام دنیا کو حاصل ہے۔

Marfat.com

بہر حال مرزا صاحب کا دعوئے اتحاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔

مرزا صاحب کے اس قول سے کہ "تمام کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں .... نبی کریم کے ظل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بروزی اور ظلی نبوت کوئی کم یا گھٹیا درجہ کی نبوت نہیں۔ کیونکہ ظل اور بروز کے لفظ سے یہ دھوکا پڑ سکتا تھا۔ کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہوگی۔ کہ آئینہ میں جیسے کسی شخص کا عکس پڑتا ہے۔ اسیطرح مرزا صاحب میں بھی کمالات محمدیہ اور نبوت کا عکس پڑا ہے۔ مگر مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ کسی شخص کا عکس جو آئینہ میں ہے۔ اس ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب کی اس عبارت نے اس شبہ کو ایسا صاف اور حل کر دیا ہے۔ کہ شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ مرزا صاحب کا لفظ ظل و عکس اور بروز کا ہے۔ مگر مراد ہے۔ حقیقت کاملہ نبوت۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں۔ وہ سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت میں ظل تھے۔ اور باوجود اس ایک صفت میں ظل ہونے کے وہ مستقل نبی صاحب شریعت تھے اور حقیقی نبی تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظل ہیں۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب تمام نبیوں سے بڑے تھے۔ اور یہ ایک بہت بڑا کفر ہے۔ مرزا صاحب بار بار تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہِ راست اور میری نبوت فیض محمدی کا اثر ہے۔ ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ جب ہر ایک نبوت ان کے نزدیک آپ کا فیض تھا۔ اس طرح مرزا صاحب کی نبوت بھی آپ کا فیض ہے۔ لہذا یہ فرق کرنا بھی باطل ہوا۔

مرزا صاحب کے ایک اور قول سے جو تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۵۷ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے۔

"غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے۔ کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسیطرح ابراہیم نے اپنی خو، طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا۔ اور محمد کے نام سے پکارا گیا" سید انور شاہ صاحب

Marfat.com

گواہ مدعیہ نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ

(الف) اِس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ سرورِ عالم صلعم کوئی چیز نہیں رہتے اور آپ کا تشریف لانا بعینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دو رُ ہیں۔ گویا اصل ابراہیم علیہ السلام رہے۔ اور آئینہ رسول اللہ صلعم ہوئے۔ اور چونکہ ظل اور صاحب ظِل ہیں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمدؐ کہتے ہیں۔ تو جب محمد صلعم بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اِس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں۔ اور نہ ان کی نبوت کوئی مستقل شے ہے۔

(ب) رسول اللہ صلعم ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے۔ اور خاتم النبیین آپ ہوئے۔ کہ خاتم بروز اور ظِل ہوتا ہے۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا۔ اِس طرح مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بروز ہوئے تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آنحضرت صلعم۔

(ج) جب رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ہوں گے نہ کہ آنحضرت صلعم میں۔ یہ باطل اور بے معنیٰ ہے۔

اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آنحضرت صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے اسلام میں جنم کا عقیدہ کفر ہے۔ اور یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک مجازی اور ظلی اور بروزی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سلسلہ میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مُدعیہ نے حسب ذیل مزید واقعات بیان کئے ہیں۔

کسی کے توہین کرنے کے یہ معنے ہیں کہ یا تو اس میں کوئی عیب جسمانی ظاہر کیا جائے یا کسی بداخلاقی کیساتھ اُس کو متہم کیا جائے۔ یا کسی کے لقب کو جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اُسے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعوےٰ کیا جائے۔ یا کوئی ایسی چیز

Marfat.com

اس کے سامنے یا اس کی شان میں کہی جائے۔ جس سے اس کی دِل آزاری ہو چنانچہ چند آیات قرآنی جن میں اللہ تعالےٰ سبحانہٗ وتعالےٰ نے نبی پاک محمد صلعم کو چند مراتب اور مقامات علیہ سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اُوپر چسپاں کرے تو لامحالہ رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائے گی۔ چنانچہ آیات ذیل۔

آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ .... الخ

جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے شانِ معراج کا ذکر فرمایا گیا۔

دوسری آیت ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی .... الخ

جس کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جو قرب الٰہی جناب رب العزّۃ سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر جبرائیل علیہ السلام سے ہوا ذکر ہوا ہے۔

و آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا .... الخ

و آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ .... الخ

و آیت اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ .... الخ

مرزا صاحب نے اپنے اُوپر نازل ہوئی بیان کی ہیں۔ اور مقام محمود کو بھی اپنے حق میں تجویز کیا ہے۔ اور ان اشعار میں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔ کسی نبی کی استثنا نہیں کی گئی۔ ہمارے نبی کریم بھی انبیاء کی جماعت میں داخل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ تمام پہ حاوی اور مشتمل ہے۔ دوسرے شعر کے مصرع ثانی میں اپنی افضلیّت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں "آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اُوپر بچھایا گیا۔ اِس میں بھی رسول اللہ صلعم کی توہین ہے۔

مرزا صاحب کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے۔ جو ہمارے نبی صلعم سے ظہور میں آئے۔ اور براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ اسقدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے۔ اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں۔ جو اوّل درجہ پہ خرقِ عادت ہیں" ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے معجزات

Marfat.com

کو تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات دس لاکھ۔ کیونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم پر اپنی کتنی بڑی فضیلت بیان کی۔ اس قسم کی توہین کو توہین لزومی کہا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ عبارت اس لئے نہیں لائی گئی۔ کہ تنقیص کرے۔ مگر وہ عبارت صادق نہیں آتی۔ جتنک تنقیص موجود نہ ہو۔ مذکورہ بالا عبارات میں اس قسم کی تنقیص پائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں مرزا صاحب کا ایک قول اربعین ۲ صفحہ ۶ سے نقل کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا۔ کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعوے ثابت کرنے کیلئے اسقدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آتے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلاتے ہوں کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب کا ایک شعر ہے۔ جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے "لہ خسف القمر المنیر وان لی" جس کا یہ مطلب ہے کہ اس کیلئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند اور سورج کا۔ اسمیں شق القمر کے معجزہ کو چاند گرہن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور شق القمر کا انکار ہے۔ زیادہ تر توہین لفظ لہ کے استعمال اور طرز خطاب سے اخذ کی جاتی ہے۔ جس سے صاف طور پر تقابل دکھا کر اپنی فضیلت دکھلائی گئی ہے۔

اس طرح خطبہ الہامیہ صفحہ رت) سطر ۲ کے ایک منقولہ سے ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے۔ اور اس میں جو یہ الفاظ درج ہیں کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دیگا۔ یہ بالکل خلاف واقع جھوٹ ہے۔ قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔

اشعار محولہ بیان مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ حسب ذیل ہیں۔

آنکہ داد است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بہ عرفاں نہ کمترم ز کسے

Marfat.com

کم نیم زاں ہمہ بروے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

اور جو مضمون اِن اشعار میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ کیطرف سے کہا گیا ہے۔ کہ باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرقِ مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے۔ وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ وہ کسی دوسرے سے افضل ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے اپنی اُمت کو یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کیساتھ کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ اور ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو۔ کفر صریح ہے۔

چھٹی وجہ تکفیر میں مدعیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ اور تواتر اگر غیر قوموں کا ہو۔ تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔"

پھر اس کے ساتھ اگلے صفحہ پر جو کچھ لکھتے ہیں اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی پیشینگوئی ایسی متواتر پیشینگوئیوں سے جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلام میں پائی گئی تھی۔ اور مسلمات میں سے سمجھی گئی۔ اور یہ اوّل درجہ کی پیشینگوئی ہے جس کو سب نے قبول کر لیا تھا۔ اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ انجیل بھی اسکی مصدق ہے۔ مگر اس کے بعد جب مرزا صاحب کو اس پیشینگوئی کا انکار مطلوب ہوا۔ تو انہوں نے یہ کہا۔ کہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے۔ مگر شرک عظیم۔ یہ عقیدہ حیات کا مسلمانوں میں نصرانیوں سے آیا ہے۔ پھر اس عقیدہ کو نصاریٰ نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں شائع کیا۔ شہروں میں اور گاؤں میں اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہ تھا۔ اور پہلے مسلمانوں سے یہ قول نہیں صادر ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ لوگ گنہگار تھے۔ مگر قصداً نہ تھے اور خطا کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کرے تو اللہ اس کی غلطی کو معاف بھی کرتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام آیا۔ حکم بینات کیساتھ اور جس نے رشد کو

Marfat.com

گمراہی سے ظاہر کر دیا۔ اور پھر بھی انہوں نے اعتراض کیا۔ وہ لوگ ماخوذ ہوں گے
اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک نہیں بلکہ
شرک عظیم فرماتے ہیں۔ اور وعدہُ الٰہی کے مطابق بمنشاء آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یغفر
ان یشرک .... الخ شرک کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے
لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بناء پر ساری اُمّت گمراہ تھی۔ اور ساری اُمّت
مشرک و کافر تھی۔ اور جو شخص تمام اُمّت کو گمراہ اور کافر کہے۔ وہ خود کافر ہوتا ہے
مرزا صاحب کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا ہے۔ کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر
وقعت نہیں رہ سکتی۔ جبکہ یہ ثابت بھی ہو گیا۔ کہ یہ عقیدہ بطریق تواتر تمام ممالک
اسلام میں پھیل گیا تھا۔ اور سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی
کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لاتے۔ تو جیسے پہلی ساری اُمّت
معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی۔ آگے اسی طرح۔ شرک عظیم میں مبتلا رہتی اور ممکن ہے
کہ آئندہ کوئی اور شخص مجدد یا رسول اللہ صلعم کا بروز بنکر ۲۰ - ۲۵ اور شرک ثابت
کرے۔ تو جب قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے۔ کہ شرکِ عظیم کا اس
میں تیرہ سو برس تک پتہ نہ لگا۔ تو پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہیگا۔
چنانچہ مرزا صاحب ایک اور استفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ جو شخص
بالقصد اس کا خلاف کرے۔ اور یہ کہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے۔ پس ان لوگوں میں
سے ہے۔ کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گذر گئے وہ اپنے اللہ کے
نزدیک معذور ہیں"
دوسری کتاب دافع البلاء میں صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے۔ کہ وہ بھی
دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کہ تا کہ کسی طرح حضرت مسیح
ابن مریم کو موت سے بچالیں۔ اور دوبارہ اُتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاہی سے
کوشش کر رہے ہیں۔ الفضل جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۲۹ - جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ پر درج ہے۔ پس
ان معنوں میں مسیح موعود ہوا آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد

Marfat.com

اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت کی بعثت ثانی اور نبی اللہ ہونیسے انکار کرنا ہے۔ جو مسلمہ کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔

اس ضمن میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک وجہ کفر یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانانِ عالم کو جو اُن کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ کہیں۔ اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ، خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام اُمت محمدیہ کو اِسلام سے خارج کہتا ہے۔ وہ کس طرح خود کو کفر کی زد سے بچ سکیگا۔

ان وجوہ تکفیر کے علاوہ مرزا صاحب کے حسب ذیل اعتقادات بھی عامۃ المسلمین کے اعتقادات کے خلاف بیان کئے گئے ہیں۔

مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے معنے جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے۔ اس معنے پر قیامت نہیں ہونیکی۔ قرآن میں جو نفخ صور آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی نفخ صور ہے۔ اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے مُراد مرزا صاحب کا تشریف لانا ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور جتنی احادیث میں ہیں ان تمام امور کا انکار ہے۔ صرف لفظوں کا انکار نہیں۔ مگر جن معنوں سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں۔ ان چیزوں کا انکار ہے مردوں کا قبروں سے اُٹھنا۔ جو بہت سی آیات میں مذکور ہے اُس کا بھی انکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ گواہ مُدعیہ نے مرزا صاحب کے چند دیگر اقوال بھی خلافِ شریعت بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴/۵۶۵ پر لکھتے ہیں کہ "میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا۔ اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔ اور خدائی والوہیت میرے رگ و ریشہ میں گھس گئی۔ اور میں نے اِسی حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین۔ نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے اُن کو

Marfat.com

مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا۔ کہ میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا۔ کہ انا زینا السماء الدنیا بمصابیح .... الخ پھر میں نے کہا۔ کہ ہم انسان کو کیچڑ میں سے پیدا کریں گے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اُلوہیت کا دعوٰے کیا۔ اور اپنے آپ کو خالق جانا۔ اور کوئی شخص جب خدائی دعوٰے کرے۔ اور اپنے آپ کو خالق جانے تو وہ اسلام سے مُرتد ہو جاتا ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھے فرمایا۔ کہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔" اسی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا۔ کبھی ثواب کو پہنچوں گا۔ اس سے خدا کو غلطی کرنیوالا قرار دیا گیا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جیسے زمین و آسمان ہمارے ساتھ اسیطرح تمہارے ساتھ بھی ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ کیطرح اپنے آپ کو حاضر ناظر جانا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے۔ بس کن کہدے" وہ ہو جائے گی۔

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں۔ جسطرح میں ازلی ہوں۔ اسیطرح تیرے لئے بھی میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں۔ اور تو بھی ازلی ہے۔"

توضیح المرام کے صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود عظیم ہے کہ جس کے بیشمار ہاتھ اور بیشمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے۔ کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض و طول رکھتا ہے۔ اور تیندوے کیطرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خداوند تعالےٰ کو تیندوے کیساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

کتاب ضمیمہ تریاق صفحہ ۳۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی

Marfat.com

جبتک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو۔ اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ جبتک موسیٰ مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرح نئے معجزات نہ دکھلائے جائیں۔ نئی زندگی انہی کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہو۔"

اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بتلایا۔ اور یہ عقائد وہ ہیں۔ جو مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ کے متعلق لکھے ہیں۔ اور ان سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ان دلائل کے علاوہ مدعیہ کیطرف سے چند نظائر بمثل مسلیمہ کذاب وغیرہ کے بھی پیش کیگئی ہیں۔ کہ انہوں نے دعوٰی نبوت کیا تھا۔ اور اس بناء پر انہیں قتل کیا گیا۔ ان کی زیادہ تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تمام بحث سے جو اوپر بیان ہوئی حسب ذیل نتائج برآمد کئے گئے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب نے دعوٰی نبوت شرعیہ تشریعی کیا۔ جو باتفاق اُمت اور باتفاق مرزا صاحب کفر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے کلام میں شریعت کی تشریح بھی کر دی ہے۔

۲۔ مرزا صاحب نے اقرار فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعوٰی نبوت کرے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے دعوٰی نبوت کیا اس لئے کافر ہوئے۔

۳۔ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خاتم النبین کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آسکتا اور اسی کو قرآن کا انکار کرنا بتلایا ہے۔ لیکن پھر خود دعوٰی نبوت کیا۔

۴۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ کا خاتم الانبیاء ہونا۔ خاتم النبین اور "لا نبی بعدی" سے ثابت ہے۔ اور پھر اس کے بعد یہ کہا۔ کہ جو ایسا کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آسکتی۔ وہ خود کافر ہے اسلئے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۵۔ مرزا صاحب نے جو اِنہ نبوت کو رسول اللہ صلعم کے بعد کفر قرار دیا ہے۔ اب مرزا صاحب اسی نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں اور ایمان قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بڑھکر کفر ہے۔

Marfat.com

۶۔ مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے ہی تک محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوئے۔

۷۔ مرزا صاحب یہ نہیں کہتے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آئیگا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ممکن ہے کہ ہزار بار محمد رسول اللہ صلعم ہی خود بروز فرمائیں گویا رسول اللہ صلعم جیسے ہزاروں لوگ یا ہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں۔ بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزا صاحب نے یہ کہا۔ کہ سرورِ عالم کی ایک بعثت پہلے تھی۔ ایک بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تناسخ ہے۔ جو تناسخ کا قائل ہے۔ وہ کافر ہے۔

۸۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں عین محمد رسول۔ اس میں سرورِ عالم کی توہین ہے۔ اگر واقعی عین ہیں تو کھلا ہوا کفر۔ اگر عین محمد نہیں ہیں۔ تو ان کے بعد دوسرے نبی ہوتے اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ گئی۔ یہ اور وجہ کفر کی ہوئی۔

۹۔ مرزا صاحب نے دعوٰے وحی کیا۔ اور ساتھ ہی دعوٰے وحی نبوت کیا جو کفر ہے۔

۱۰۔ مرزا صاحب نے اس وحی کو قرآن۔ توراۃ اور انجیل کے برابر کہا۔ اس بناء پر قرآن آخر الکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ بھی وجہ کفر ہے۔

۱۱۔ مرزا صاحب نے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کی کہ جو شخص کسی نبی کو گالی دے۔ یا توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی کئی وجوہ سے توہین کی۔ یہ توہین موجب کفر ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے آدم علیہ السلام کی سرورِ عالم کی توہین کی۔ اس لئے بھی کافر ہوئے۔

۱۲۔ مرزا صاحب نے احکام شریعت کو بدلا لہذا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم آتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کسی احمدی عورت کا غیر احمدی سے نکاح جائز نہیں نیز یہ کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ نیز فرمایا کہ پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئیے کہ

Marfat.com

تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ (۱۲) مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہے۔

۱۳۔ مرزا صاحب نے نفخ صور کا انکار کیا۔ مُردوں کو قبروں سے اُٹھنے سے انکار ہے جس طریق سے قیامت کی خبر قرآن اور حدیث میں آئی۔ اُن سے بالکل انکار ہے صرف ظاہری الفاظ ہی رکھے۔ مگر معنے اُلٹ بیان کئے۔ یہ وجوہ بھی مرزا صاحب کی تکفیر کے ہیں۔ لہذا ان وجوہ پر کسی مسلمان مرد و عورت کا کسی احمدی مرد و عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا تو اور نکاح کے بعد کوئی اس مذہب میں داخل ہو جائے۔ تو نکاح فوراً فسخ ہو جائیگا۔

اور اپنے اِس ادعا کی تائید میں چند دیگر علماء کے فتاوے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جو مثل کے ساتھ شامل ہیں۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ نے مصر اور شام کے دو مطبوعہ فتووں کا حوالہ بھی اپنے بیان میں دیا ہے۔

تحریری فتوے جو مثل پر لائے گئے ہیں۔ حسب ذیل مقامات کے علماء کے ہیں۔ مکہ معظمہ۔ ریاست رام پور۔ دارالافتاء ریاست بھوپال۔ ہمایوں (سندھ) بریلی۔ ڈابھیل۔ دہلی۔ سہارنپور۔ تھانہ بھون۔ ملتان۔ علماء کی فہرست میں شیخ عبداللہ صاحب رئیس القضاۃ مکہ معظمہ مفتی کفایۃ اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند اور مولوی اشرف علی صاحب کے اسماء بھی ہیں۔

فریق ثانی کیطرف سے اِن دلائل کا جو مرزا صاحب کی تکفیر کے متعلق مدعیہ کیطرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تین طریق پر جواب دیا گیا ہے:

اوّل یہ کہ مرزا صاحب کی جن عبارات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ اُن سے ان کے عقائد کفریہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان عبارات کے ماسبق اور مابعد کی عبارات کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اور نہ ہی سیاق سباق عبارت کو زیر غور لایا گیا ہے۔ اگر ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ان عبارات پر غور کیجاوے۔ تو ان سے وہ نتائج اخذ نہیں ہوتے جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

Marfat.com

دوسرا یہ کہ مرزا صاحب نے خود دیگر مقامات پر ان عبارات کی تشریح کر دی ہے۔ اس لیئے۔ ان عبارات سے وہی مفہوم لیا جائے گا۔ جو انہوں نے خود بیان کیا۔ اور کہ دیگر مقامات پر ایسی عبارات بھی موجود ہیں کہ جن کو مدنظر رکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان عبارات زیر اعتراض سے مرزا صاحب کا وہی مدعا تھا۔ جو گواہان مدعیہ نے اخذ کیا۔

تیسرا یہ کہ مرزا صاحب کے اقوال زیر بحث میں سے بعض اقوال ایسے ہیں۔ جو دیگر بزرگان دین سے بھی سرزد ہوتے۔ لیکن فریق مدعیہ کے نزدیک وہ بزرگان مسلمان تھے اسلیئے ان اقوال کی بناء پر مرزا صاحب کے خلاف کیونکر فتوائے تکفیر لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تمام امور تشریح طلب ہیں۔ اور اپنے اپنے موقعہ پر ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ اور وہاں ان کا پورا جواب بھی دیا جائے گا۔ یہاں ان کے متعلق مختصراً یہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ عبارات زیر بحث میں سے بعض ایسی ہیں۔ کہ جو اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لیئے ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے۔ کہ جو کسی تشریح یا توجیہہ کا محتاج ہو۔ اس لیئے ایسی عبارات کے نہ ماسبق اور مابعد دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ سیاق سباق معلوم کرنے کی۔ لہذا ان فقرات کی اپنی ترتیب سے ہی جو مفہوم اخذ ہوگا وہی مراد لیا جائے گا۔

امر دوم کے متعلق اوّل تو مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے بہت سے اقوال میں تعارض ہے۔ اور اس تعارض کو کسی صاف تشریح یا وضاحت سے رفع نہیں کیا گیا۔ دوسرا جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ بعض عبارات فی نفسہ ایسے مستقل جملے ہیں کہ جو اپنے مفہوم کی خود وضاحت کر رہے ہیں۔ اس لیئے تاوقتیکہ یہ نہ دکھلایا جاوے۔ کہ یہ کلمات واپس لیئے گئے۔ دیگر کلمات نہ ان کے قائمقام تصوّر ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ان کی تشریح بن سکتے ہیں۔ اس لیئے یہ کہنا غلط ہے۔ کہ ان اقوال کو ان اقوال کے تحت سمجھا جاوے جو مرزا صاحب نے دوسری جگہ بیان کیئے ہیں۔ کیونکہ وہ اقوال اقوال

Marfat.com

زیر بحث کو مسترد نہیں کرتے۔ بلکہ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ سید انور شاہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ روش مرزا نے عمداً اختیار کی۔ تا کہ نتیجہ گول مول رہے۔ اور ان کو بوقت ضرورت مخلص اور مفر باقی رہے۔

امر سوم کے متعلق اول تو ان بزرگان کے اقوال بعینہٖ ان الفاظ میں نہیں۔ جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں۔ دوسرا مقدمہ ہذا میں ان بزرگان کے مسلمان یا نہ مسلمان ہونے کا سوال زیر بحث نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے دیگر حالات پیش نظر ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کے الفاظ پیش کرنا ایک سعی لاحاصل ہے

علاوہ ازیں سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ صوفیا کے ہاں ایک باب ہے۔ جس کو شطحیات کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اُن حالات میں کوئی کلمات اُن کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ جو ظاہری قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے۔ اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیا کی تصریح ہے۔ کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو۔ اور تصریحیں کرتے ہیں۔ کہ جس پر یہ احوال نہ گذرے ہوں۔ وہ ہماری کتاب کا مطالعہ نہ کرے۔ مجملاً ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائیگا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی کمی کے صوفیا میں سے بھی کوئی قائل نہیں۔ اور ایسے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔

فریق ثانی کیطرف سے مرزا صاحب کی کتابوں سے ان کے چند عقائد بیان کئے جا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی رُو سے جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مسلمان ہونے کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ وہ سب مرزا صاحب میں اور انکی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ ان سب پر خلوص دل اور صمیم قلب سے یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجا لانیکا حکم دیا گیا ہے۔ وہ سب بجا لاتے ہیں۔ اور ان کا دین وہی ہے۔ جو آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے لائے۔ اور وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ دین اسلام کے

Marfat.com

سوا اگر کوئی شخص کوئی اور دین اختیار کرے۔ تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں گو ان مُدعیہ نے انہیں کافر۔ مرتد۔ ضال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریاتِ دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ لیکن جن امور کی بناء پر اُنہوں نے کافر اور مرتد کہا ہے اُن کا ضروریاتِ دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیح سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اُنہوں نے اپنے فتو لے تکفیر کی بناء بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے۔ اور اس ضمن میں ان علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کرتے ہوئے چند کتب فقہ کے حوالوں سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ اگر ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ مدنظر رکھا جاوے۔ تو اس سے بڑے بڑے بزرگ اور تمام شیعہ اور وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو یہ کہتے سُنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں اُن موجودہ مولویوں نے بھی جانا ہے۔ تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیئے۔ اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو یا عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں کافر ہیں۔ اور ان عورتوں کیلئے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی سے تنگ ہیں اور ان کے عقدِ نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب تبلائی گئی ہے۔ کہ اگر ان میں سے کوئی عورت یہ کہدے کہ میں کافر ہوئی ہوں تو معاً وہ کافر ہو جائے گی۔ اور اُس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اسطرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں۔ اور اسطرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔ اور اسطرح ہزار ہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھے اسلام کی صداقت بیان کرو کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جا سکتا ہے تو مذکورہ بالا

Marfat.com

امور کے تحت تمام ایسے مسلمان جو اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور ان کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔ لیکن اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ اور ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ ضروریات دین میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور ان کے منکر کو کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ گواہان مدعیہ نے اپنے بیانات کی تائید میں چند مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من وعن تسلیم کر لیا جاوے۔ اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے۔ اُسے حرف بحرف مان لیا جاوے اس لئے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا۔ کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور و تدبر کریں۔ اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو۔ اس کو اختیار کریں پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے۔ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ پس یہ ضروری نہیں۔ کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہم آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان فتوؤں اور اقوال کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اُسے اختیار کریں۔ اور مخالف کو چھوڑ دیں۔ اور اُمت کے اُن علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق اور مخالف پائیں۔ یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچاویں۔ جس کیلئے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کے آگے پھر وجوہات تکفیر کا جواب شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے نہایت عمدہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے۔ اور ابتداءً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی۔ اس لئے اُنہی کے وہ پابند تھے۔ اور وہی کہے پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے

Marfat.com

دوسرا یہ کہ اُنہوں نے باطل اور جھوٹ دعوؤں کو رواج دینے کیلئے یہ تدبیر اختیار کی۔ کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ اور عام وخاص مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہوگیا۔ اس لئے مرزا صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہلسنت والجماعت کیساتھ شریک ہیں ان کے اقوال وافعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جتبک اس کی تصریح نہ ہو۔ کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے۔ جو جمہور اُمت نے سمجھی۔ اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ اُنہوں نے اختیار کئے تھے۔ اُن سے توبہ کر چکے ہیں۔ اور جتبک توبہ کی تصریح نہ ہو۔ چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندیق اُس کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو عقائد اسلام ظاہر کرے۔ اور قرآن وحدیث کے اتباع کا دعوٰی کرے لیکن اس کی ایسی تاویل اور تحریف کر دے جن سے اس کے حقائق بدل جائیں۔ اس لئے جب تک اس کی تصریح نہ دکھلائی جاوے کہ مرزا صاحب ختم نبوّت اور انقطاع وحی کے ان معنٰے کے لحاظ سے قائل ہیں۔ جس معنے سے کہ صحابہ۔ تابعین۔ اور تمام اُمت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک اُن کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبین کے الفاظ کا اقرار کیا۔ اسیطرح نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کر لینا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہے خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔

یہ بات ثابت ہو چکی۔ کہ مرزا صاحب اپنی آخیر عمر تک دعوٰے نبوّت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقائد سے کوئی توبہ نہیں کی۔ علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو۔ تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت تک ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جتبک ان کی طرف سے ان عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جاوے۔ اور یہ اعلان اُن کی کسی کتاب یا تحریر سے ثابت نہیں پایا گیا۔

عدالت ہذا کی رائے میں مرزا صاحب کے عقائد کی بابت یہ جواب بہت جامع اور

Marfat.com

مدلل ہے اور گو کہ مختار مدعیہ نے اپنی بحث میں ان کے ہر عقیدہ پر تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ لیکن اس کی موجودگی میں ان عقائد پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ مختار مدعیہ نے بحث کی ہے۔ کہ مرزا صاحب کا خود کلمہ طیبہ پر بھی پورا ایمان نہ تھا۔ کیونکہ اس کلمہ پہ اس صورت میں ہی مکمل ایمان تصور ہو سکتا ہے۔ جبکہ خداوند تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ صلعم کی خصوصیات پہ پورا ایمان ہو۔ مرزا صاحب کے بعض اقوال سے یہ پایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے اندر الوہیت کو موجزن پایا۔ اور اپنے آپ میں خدائی طاقتیں اور صفتیں موجود دیکھیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کی خصوصیات اور مدارج میں شریک بتلاتے ہیں۔ اور اُنہیں خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اسلئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کلمہ طیبہ پر اُنہیں لوازم کے تحت ایمان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ دیگر مسلمان۔ اِس لیئے بھی انہیں مسلمان تصور نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن عدالت ہذا کی رائے میں ایسی تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی تکفیر کا سوال مقدمہ ہذا میں اصل سوال ما بہ النزاع نہیں بلکہ ایک ضمنی سوال ہے۔ اصل سوال مدعاعلیہ کے ارتداد اور تکفیر کا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کے اعتقادات کے متعلق صرف اِس حد تک بحث کی ضرورت ہے جس حد تک کہ مدعاعلیہ کے خلاف امور مذکورہ بالا کے تصفیہ کے لئے روشنی پڑ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس بحث کو بفرضِ محال صحیح بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر یہ دکھلانا پڑے گا کہ مدعاعلیہ کا کلمہ طیبہ پر بھی ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کا۔ اور اس کا حل مشکلات سے خالی نہیں ہوگا۔ کیونکہ مدعاعلیہ کی نیت کا اندازہ پورے طور نہیں لگایا جا سکتا۔

مدعاعلیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ جن اُمور کی بناء پہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو ضروریاتِ دین کا منکر قرار دیا جا کر کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ ان کا ضروریاتِ دین سے ہونا قرآن مجید یا احادیث صحیح سے ثابت نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدعاعلیہ کیطرف سے یا تو مدعیہ کی

Marfat.com

پیش کردہ شہادت اور بحث کو بغور ذہن نشین نہیں رکھا گیا۔ یا دیدہ دانستہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کیگئی۔ گواہان مدعیہ نے بہت تکرار اور شدومد کے ساتھ اور خود مرزا صاحب کے اپنے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے خاتم النبین ہونے کا عقیدہ بایں معنے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا نِصِ قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع اُمت سے ضروریاتِ دین سے ہے۔ اور اس کا انکار کفر ہے۔ اور اس کی تائید میں اُنہوں نے بہت سی آیات قرآن اور احادیث پیش کی ہیں۔ کہ جن میں سے بعض کی صحت کے متعلق جیسا کہ آگے دکھلایا جاتے گا۔ خود مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیونکر یہ کہا گیا ہے کہ اُنہوں نے قرآن یا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ البتہ اگر یہ کہا جاتا کہ وہ ثبوت قوی نہیں۔ تو تو کچھ بات بھی تھی۔ لیکن یہ کہنا بالکل خلاف واقع ہے کہ ان کی طرف سے قرآن اور احادیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے بیان کردہ وجوہات تکفیر اُوپر درج کی جا چکی ہیں۔ ممکن ہے کہ اُن میں سے بعض کے متعلق (گو کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آگے دکھلایا جاتے گا) یہ کہا جا سکے۔ کہ وہ ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ مگر مسئلہ ختم نبوۃ کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ضروریاتِ دین سے نہیں۔ ضروریات دین کی اگرچہ ایک وسیع اصطلاح ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض علماء نے اس کے تحت میں اپنی دانست کے مطابق بہت سے ایسے اُمور بھی داخل کر دیے ہوں۔ کہ جو بحث طلب ہوں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل سے ہے۔ ضروریاتِ دین کا مفہوم گواہانِ مدعیہ نے اپنے بیانات میں ظاہر کر دیا ہے۔ جو اُوپر گذر چکا ہے۔ اگر اس اصطلاح کے لفظی معنے بھی مُراد لئے جاویں۔ تو اُن الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ امور جو کسی دین میں داخل رہنے کیلئے ضروری ہوں۔ اور جن کے نہ ماننے سے وہ شخص اس دین کا پیرو نہ سمجھا جا سکے۔ ضروریات دین سے ہوتے ہیں

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ماننا بایں معنے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ مذہب اسلام میں داخل رہنے کے لیے ضروری اور لابدی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی مانا جائے۔ تو مدعیہ اور اُس کے گواہان کے نزدیک نہ یہ صرف نص قرآن اور احادیث متواترہ کا انکار ہوگا۔ بلکہ معمول بہ اِس نئے نبی کی وحی ہو جائے گی نہ کہ قرآن اور اُس سے وہ شخص مذہب اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور یہ بات کہ رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ماننا نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک ان کے مذہب کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ بلکہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بھی ملتی ہے مثلاً یہود اور نصاریٰ۔ جن کے مذاہب کی تفریق محض اِسی بناء پر ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے پیشواؤں کے جدا ورکسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں اب اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ مذہب اسلام کا پیرو نہیں سمجھا جائیگا۔ اِس لیئے ختم نبوت سے بڑھ کر اور کونسا مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو سکتا ہے۔ یہ آگے دکھلایا جائے گا۔ کہ اس بارہ میں جو اسناد پیش کی گئی ہیں وہ کس فریق کی معتبر اور زیادہ وزن دار ہیں۔

یہاں میں یہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے مسلمان نبی کی حقیقت سے بھی ناآشنا ہیں۔ اس لیئے بھی ان کے دلوں میں یہ مسئلہ گھر نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کو نبی ماننے میں کیا قباحت ہوتی ہے کہ جس پر اسقدر چیخ و پکار کی جا رہی ہے۔ اسلیئے ضروری ہے۔ کہ اس کی کچھ تھوڑی سی حقیقت بیان کر دی جاوے۔

مدعیہ کیطرف سے نبی کی کوئی تعریف بیان نہیں کیگئی۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ نبوت ایک عہدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کیطرف سے اُس کے برگزیدہ بندوں کو عطا کیا جاتا رہا ہے۔ اور نبی اور رسول میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ اور نبی کیلئے لازمی نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ فریق ثانی نے بحوالہ نبراس صفحہ ۸۹۔ بیان کیا ہے کہ رسول ایک انسان

Marfat.com

ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعت کی تبلیغ کیلئے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے۔ کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کیلئے کتاب لانا شرط ہے،
اسیطرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کیگئی ہے۔ کہ رسول وہ ہوتا ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔

یہ تعریفیں چونکہ اس حقیقت کے اظہار کیلئے کافی نہ تھیں۔ اس لئے میں اس جستجو میں رہا۔ کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تصریحات قرآن کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو۔ اس سلسلہ میں مجھے مولینا محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج کی کتاب دین و آئین دیکھنے کا موقعہ ملا۔ انہوں نے معترضین کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نبوت کی حقیقت یہ بیان کی۔ کہ جس شخص کے دل میں کوئی نیک تجویز بغیر ظاہری وسائل اور غور کے پیدا ہوں۔ ایسا شخص پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور اس کے خیالات کو وحی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ تعریف بھی مجھے دلچسپ معلوم نہ ہوئی۔ آخرکار ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان میکانیکی اسلام از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز میری نظر سے گزرا۔ اس میں انہوں نے مذہب اسلام کے متعلق آجکل کے روشن ضمیر طبقہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ اور پھر خود ہی اس کے حقائق بیان کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے۔ میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور میرے خیال میں فریقین میں سے کسی کو اس پر انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں ان کے الفاظ میں ہی اس حقیقت کو بیان کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں۔ کہ آجکل کے معقولیت پسندوں کی جماعت کے نزدیک رسول کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی لیڈر اور ایک مصلح قوم ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی نکبت اور زبوں حالی سے متاثر ہو کر انہیں فلاح و بہبود کیطرف بلاتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اندر انضباط و ایثار کی روح پھونک کر زمین کے بہترین خطوں کا ان کو مالک بنا دیتا ہے۔ اس کی حقیقت قوم کے ایک امیر کی قسم کی ہوتی ہے۔ جن کے

Marfat.com

ہر حکم کا اتباع اِس لئے لازمی ہوتا ہے کہ انحراف سے قوم کی اجتماعی قوت میں انتشار پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور وہ دنیاوی نعمتیں جو اس کے حسنِ تدبیر سے حاصل ہوئی تھیں۔ اِن کے چھن جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

اس کا حسنِ تدبّر۔ عقلِ حکمت ذہنی انسان کے ارتفاع کی بہترین کڑی ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے ماحول کا بہترین مفکر شمار کیا جاتا ہے۔ کثرتِ ریاضت سے بُرائی کی قوتیں اس سے سلب ہو جاتی ہیں۔ اور نیکی کی قوتیں نمایاں طور پر اُبھر آتی ہیں۔ انہیں قوتوں کا نام ان کے نزدیک ابلیس اور ملائکہ ہے۔ اس کا جواب پھر اُنہوں نے بحوالہ آیات قرآنی یہ دیا ہے۔

کہ رسول بلا شبہ مُصلح اور مدبّر ملت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت دنیاوی مصلحین اور مُدبّرین سے بالکل جُداگانہ ہوتی ہے۔ دنیاوی مفکرین و مدبّرین اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اور ان کا فلسفہ اصلاح و بہبود ان کی اپنی پروازِ فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ برعکس اِس کے انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ اِس دُنیا میں خاص مشیّت باریتعالےٰ کے ماتحت چلتا ہے۔ وہ نہ اپنے ماحول سے متاثر اور نہ احوال و ظروف کی پیداوار ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا انتخاب مملکت ایزدی سے ہوتا ہے۔ اور ان کا سرچشمہ علوم و ہدایت علم باریتعالےٰ سے ہوتا ہے۔ جس میں کسی ہو و خطا کی گنجائش نہیں۔ ان کا سینہ علم لدُنّی سے معمور اور ان کا قلب تجلّیات نورِ ازلی سے منور ہوتا ہے۔

دنیاوی سیاست و تفکر صفت ہے۔ جو اکتساباً حاصل ہوتی ہے۔ اور مشق و مہارت سے یہ ملکہ بڑھتا ہے۔ لیکن نبوّت ایک موہبت ربانی اور عطائے یزدانی ہے جس میں کسب و مشق کو کچھ دخل نہیں۔ قوم و امّت کی ترقی ان کے بھی پیش نظر ہوتی ہے لیکن سب سے مقدم اخلاق انسانی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اس کا پیغام زمان و مکان کی قیود سے بالا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام انسانوں کو راستہ دکھلانیوالا اور ان کا مطاع ہوتا ہے

Marfat.com

اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت اور اُس کی معصیت خدا کی معصیت ہے۔ اور جو لائحۂ حیات اس کی وساطت سے دنیا کو ملتا ہے۔ اُس میں کوئی دنیاوی طاقت ردوبدل نہیں کر سکتی۔ بلکہ دنیا بھر کی عقول میں جہاں کہیں اختلاف ہو۔ اس کا فیصلہ بھی اسکی مشعل ہدایت سے ہو سکتا ہے۔ ان کو خدائی پیغام ملائکہ کی وساطت سے ملتے ہیں۔ جو اگرچہ عالم امر سے متعلق ہونے کی وجہ سے حیطہ ادراک انسانی سے بالاتر ہیں۔ لیکن ان کا وجود محض انسان کی ملکوتی قوتیں نہیں ہیں۔

اِس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی دوسرے نبی کو تسلیم کرنے سے کیا قباحت لازم آئیگی۔ تصریحات قرآنی کی رو سے نیا نبی مطاع ہو جائیگا۔ اِس سے اختلاف نہیں کیا جا سکے گا۔ اُس کی ہر بات کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ وہ جو حکم دیگا۔ اُس کی تعمیل لازمی ہوگی ورنہ اعمال کے حبط ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اُس کی شان میں ذرا بھر گستاخی نہیں کی جا سکے گی۔ بلکہ اُس کے سامنے اونچا بولنا بھی گناہ ہوگا۔ اُس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوگی۔ اور اس سے روگردانی ایمان سے خارج ہونے کا باعث اور موجب عذاب الٰہی ہوگی۔

اس لئے مدعیہ کیطرف سے بحوالہ آیات قرآنی واحادیث یہ کہا گیا ہے کہ۔ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی اور شخص کو نبی مانے تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا۔ مدعا علیہ کیطرف سے کتب فقہ سے جن عبارات کا حوالہ دیا جا کر علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق ایک تو خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کا بیان ہے۔ کہ فی زمانہ اُن پر علماء کا عمل نہیں۔ دوسرا مدعیہ کیطرف سے ان حوالہ جات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلمات کفر ہیں۔ نہ کہ فتاوے تکفیر۔ کلمہ کفر اور چیز ہے اور فتوے کفر اور چیز کسی شخص پر ان کلمات کی بناء پر محض ان الفاظ کے استعمال سے ہی فتوے نہیں لگا دیا جائے گا۔ بلکہ فتوے ان اصولوں کے تحت لگایا جائیگا جو اِس غرض کے لئے مجوزہیں۔

Marfat.com

عدالت ہذا کی رائے میں مدعیہ کا جواب وزن رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء کے اقوال سند کے لحاظ سے وہ حیثیت نہیں رکھتے جو متواترات کی بیان کیگئی ہے۔ کلمات زیر بحث کو ریکارڈ پر لانے اور اپنے خیال کے مطابق ان کی تشریح کرنے سے گواہان مدعاعلیہ کا منشاء سوائے اِس کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا کہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت اور اہمیت کو خفیف کر کے دکھلایا جاوے۔ حالانکہ مسئلہ ختم نبوت کا اِن مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔

اور غالبًا وہ یہ چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے دلوں میں علماء کے متعلق ایک حقارت پیدا کی جا کر ان کے طرزِ افتاء کی مذمت ظاہر کی جاوے۔ اور ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے جذبات ان کے خلاف اُبھارے جاویں۔ اور موجودہ زمانہ کے روشن خیال طبقہ کی جو اپنے آپ کو ہر اصلاح کا علمبردار سمجھتا ہے۔ ہمدردی حاصل کی جاوے۔

مذہب کے متعلق فی زمانہ جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ وہ اُسے اضغاثِ احلام اور اساطیر الاولین کہا کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ کہ مذہب کا جوا اپنی گردن سے نہیں نکال پھینکنا چاہتے۔ وہ گو ان الفاظ کو اپنے مُنہ سے نکالنے کی تو جراءت نہیں کرتے۔ لیکن حقائق و معارف قرآنی پر اپنے دل میں پورا یقین نہیں رکھتے۔ اور بقول مولینا محمود علی صاحب یہ کہتے ہوئے سُنے جاتے ہیں۔ کہ اسلام میں زمانہ کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور انقلاب حالات سے جو جدید ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اقوام عالم کو اپنی طرز و روش میں تغیّر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ اسلام ایسے انقلابوں کے اندر اپنی روش کو بدل کر دوسری روش پر چلنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور اس کے ماننے والے اپنے حالات کے اندر کوئی اصلاح یا ترمیم نہیں کر سکتے۔ اور کسی تہذیب جدیدہ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ان کے اس اعتراض کا جواب تو مولینا صاحب موصوف نے اپنی کتاب دین و دنیا میں دے دیا ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں صرف یہ دکھلانا مقصود

Marfat.com

تھا۔ کہ اس قسم کے خیالات آجکل عام ہیں اور چونکہ فریق مدعاعلیہ کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق اِس طبقہ کے خیالات کی رُو سے اسلام میں اصلاح کرنے کی کافی وسعت ہے۔ اِس لیئے مدعاعلیہ کیطرف سے علماء کے خلاف بدظنی پیدا کی جاکر اس طبقہ کے دل میں ان کے خلاف حقارت اور نفرت پیدا کرنیکی سعی کیگئی ہے۔ اور یہ کوشش کیگئی ہے کہ اس مقدمہ میں مدعیہ کیطرف سے جو علماء پیش ہوئے ہیں انہیں دقیانوسی خیالات کا پیرو اور مرضِ تکفیر میں مبتلا دکھلایا جاکر انکی بیان کردہ وجوہاتِ تکفیر کو تمسخر میں اڑا دیا جاوے۔ اور یہ دکھلایا جاوے کہ اُن کی بیان کردہ وجوہاتِ تکفیر کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور انہوں نے محض اِس وجہ سے کہ جماعت احمدیہ کے اصول چونکہ صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں۔ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر براہ بغض اور کینہ انہیں کافر کہا ہے۔ ورنہ دراصل ان کا کوئی عقیدہ یا عمل کفر کی حد تک نہیں پہنچتا۔ حالانکہ مسئلہ زیر بحث ایسا نہیں کہ اُسے اِس طرح مذاق میں اڑا دیا جاوے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ علماء غلطی نہیں کرتے۔ یا یہ کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اُن کی کسی رائے کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاوے۔ اور ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا جاوے۔ بلکہ چاہیئے کہ ان کے اقوال پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جاوے۔ اور یہ دیکھا جاوے۔ کہ کہاں تک راستی پر ہیں۔ مسئلہ ختم نبوۃ کے بارہ میں اُنہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صداقت سے خالی نہیں۔

مدعاعلیہ کیطرف سے کتب تفاسیر کے حوالوں پر جو اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ لکھدینا کافی ہے کہ ان حوالوں کو نہ یہاں درج کیا گیا ہے اور نہ ہی اس فیصلہ کا انحصار ان حوالوں پر رکھا گیا ہے اور سند کے اعتبار سے صرف قرآن مجید اور احادیث کو ہی معیار تصفیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ طریق اِس لیئے اختیار کرنا پڑا ہے کہ فریقین کیطرف سے اپنے اپنے ادعا کی تائید میں بے شمار کتابیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے پیش کی گئیں ہیں۔ مدعاعلیہ نے مدعیہ کی پیش کردہ کتب میں سے کسی کو بھی اپنے اُوپر حجت تسلیم نہیں کیا۔ سوائے مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء

Marfat.com

کی کتابوں کے اور اُسے اپنے اعتقاد کے مطابق ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جب وہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے۔ تو اُس کے لیے معمول بہ مرزا صاحب کی وحی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے اُس کا دوسری کتابوں کو بطور حجت تسلیم نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ باقی قرآن اور احادیث کے متعلق اُس نے یہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے۔ کہ آیاتِ قرآنی کا جو مفہوم مدعیہ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔ اُس کے متعلق اُس نے یا تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ درست نہیں ہے۔ یا اس کی کوئی اور تاویل کر دی ہے۔ اور احادیث کے بارہ میں بھی جو حدیث اُس کے مُفید مطلب تھی وہ تو لے لی اور جو اُس کے خلاف تھی اُس کی صِحّت کے متعلق یا تو اُس نے انکار کر دیا ہے۔ یا اُس کی بھی کوئی تاویل کر دی۔ اور اُس کا یہ عمل بھی مرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری وحی کے معارض ہے وہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ مدعا علیہ نے جن دیگر مصنفین کی کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس کا یا دعا ہے۔ کہ وہ چونکہ مدعیہ کے ہم مذہب اشخاص کی تصنیف شدہ ہیں اس لیے اُس نے انہیں مدعیہ کے خلاف بھی بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس کیلئے وہ کوئی حجت نہیں۔ اس لیے ان حوالوں پر بحث کرنی نہ صرف غیر ضروری خیال کی گئی ہے۔ بلکہ اُسے مشکلات سے بھی خالی نہیں پایا گیا۔ کیونکہ فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف خیانت کے بھی الزام لگائے ہیں۔ اور یہ بھی اعتراض کئے ہیں کہ بعض مصنفین کی کتابیں انہیں مسلم نہیں ہیں۔ اس لیے یہ طے کرنے کے لیے کہ کہاں تک خیانت ہوئی۔ اور کس کس مصنف کی کتاب فریقین کے عقائد کے مطابق ہے۔ اور آیا وہ فریقین کے مسلمات میں سے بھی ہیں۔ یا نہ اور کہ اُن سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ درست ہیں یا نہ۔ اور کہ فریقین کو ان کی رائے کا پابند قرار دیا جا سکتا ہے۔ یا نہ بہت وقت وسیع مطالعہ اور کافی محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس سے نتیجہ کے بھی پورے طور واضح اور عام فہم ہونے کی توقع نہیں۔ اس لیے ایک طرف قرآن مجید اور

Marfat.com

احادیث پر اور دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں پر حصر رکھا جا کر دیگر تمام حوالہ جات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ ادعا وحی کفر ہے۔ اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعوے کرے۔ خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ کافر ہے اور کہ بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مختص ہے۔ اور غیر کیلئے کشف۔ الہام یا وحی معنوی ہو سکتی ہے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ .... الخ میں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ صرف پیغمبروں کیساتھ ہی ان تین طرق مندرجہ آیت مذکورہ سے کلام کرتا ہے۔ اور غیر پیغمبروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ اس آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

سورۃ قصص رکوع ۱ آیت وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى .... الخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر وحی صرف پیغمبروں کیساتھ مخصوص ہوتی۔ تو اُمّ موسےٰ پر خدا کیطرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

اسطرح سورۂ مریم کی آیت فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا .... الخ اور آیت وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ .... مَعَ الرّٰكِعِيْنَ - وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ .... مُقَرَّبِيْنَ .... اور سورۂ کہف رکوع ۱۱ کی آیت قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ .... حُسْنًا کے حوالہ جات پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ

۱۔ وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۲۔ جن طریقوں سے اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی طریقوں سے انبیاء یعنے اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔

۳۔ فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں۔ بعض اوقات غیر انبیاء

Marfat.com

پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے ۔ جس میں امر و نہی ہوتے ہیں ۔ اور کہ غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے ۔

اس کے آگے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ بیان ہے ۔ کہ مدعیہ کے گواہان نے جو یہ کہا ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی ۔ جو اس کا دعوے کرے ۔ وہ کافر ۔ اس کی اُنہوں نے قرآن مجید یا احادیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی ۔ ہاں صرف ایک گواہ نے بحوالہ آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ .... مِنْ قَبْلِكَ پیش کر کے کہا ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہوتی ۔ تو اس آیت میں ضرور اِس کا ذکر کر دیا جاتا ۔ چونکہ ذکر نہیں کیا گیا ۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی اِس کا ایک جواب یہ ہے کہ اِس آیت میں تشریعی وحی کا ذکر ہے ۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جو آپ کی شریعت کی ناسخ ہو ۔ منقطع تھی ۔ اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ اِس کی تائید میں پھر چند علماء کے اقوال نقل کئے جا کر یہ کہا گیا ہے ۔ کہ علماء کہتے ہیں ۔ کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر نہیں آئی ۔ جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی تشریعی ہوگی ۔ بلکہ وحی الہام ہوگی ۔ دوسرا جواب یہ ہے ۔ کہ اکابر علماء لکھ چکے ہیں ۔ کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی اور حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں ۔ کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی ۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے ۔ اور یہ تسلیم کرتا ہے ۔ کہ مسیح موعود آئیگا ۔ تو ان پر وحی ہوگی ۔ تو اُسے خدا کیطرف سے یقین کرے گا ۔ پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریعی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے ۔ غیر تشریعی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی ۔ اِس امر کی دلیل میں کہ آنحضرت صلے اللہ وسلم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے ۔ اور آنحضرت کے کامل متبعین پر اُس کا دروازہ بند نہیں ہے آیات ذیل اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ .... سبیلا ، پارہ ۹ ۔ رکوع ۸ اور اَفَلَا يَرَوْنَ .... قولا ط پارہ ۱۶ ۔ رکوع ۱۲ کے حوالے دیا جا کر یہ کہا گیا ہے کہ اِن آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے پس کیونکر مان لیا جاوے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کے اتارنے والا خدا جو بچھڑے کی عبودیت اور الوہیت

Marfat.com

کا البطال اُس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے ۔خود اپنے پیارے بندوں سے ویسا سلوک کرے نیز آیت ومن اضل ممن ...... غافلون سورہ احقاف رکوع ۱ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے ۔ کہ خداوند تعالے اپنے بندوں کی پکار سنتا اور انکو جواب دیتا ہے ۔ اور آیت قل ان کنتم تحبون اللہ ......

...... الخ آل عمران رکوع ۴ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے ۔ کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے ۔ اور یہ بدیہی بات ہے ۔ کہ محب اپنے محبوب سے ہمکلام ہو ۔ اور اُس کی باتیں سُنے اور اپنی کہے ۔ ورنہ عدم کلام نقص محبت پر دلیل ہوگا ۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے ۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھکر مہربان ہے ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے ۔ اور کوئی وجہ نہیں ۔ کہ جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا ۔ تو اب نہ کرے ۔ اللہ تعالےٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے ۔ وہ اُس کا متکلم ہونا ہے ۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ اب قیامت تک اِس صفت کا تعطل مان لیا جاوے اور کہا جاوے کہ اُس کی صفت تکلم زائل ہو چکی ۔ یعنے کہ وہ اب کسی سے کلام نہ کرے گا ۔ تو اُس کا سمیع ہونا کیونکر معلوم ہوگا کہنے والے پھر بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے سمیع تھا ۔ اور اب نہیں ۔ اس کی تائید میں پھر یہ ایک دنیاوی مثال دیگئی ہے ۔

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکا اور گریہ زاری کرتے ہوئے بیقراری کی حالت میں جائے ۔ مگر محبوب نہ دروازہ کھولے ۔ اور نہ اندر سے کوئی آواز آوے تو یقیناً وہ عاشق نا امید ہو کر لوٹیگا ۔ اور خیال کرے گا ۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ۔ یا مجھے دھوکا دیا گیا ۔ پس اسطرح اللہ تعالے جس کا دیدار بوجہ اُس کے وراء الورا اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے ۔ اگر وہ گفتار سے بھی اپنے عشاق کو تسلی نہیں دے سکتا ۔ تو آخر وہ ایک دن نا اُمید ہو کر اُسے چھوڑ دیں گے ۔ تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے ۔ اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے محروم سمجھے ۔ اُسے کبھی

Marfat.com

اپنے عشق کا محل نہیں ٹھیراتا حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کیلئے اپنے دل میں از حد تڑپ رکھتا ہے۔ اور اُس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آبحیات سمجھتا ہے۔ پس وہ علیم خبیر ہستی جو انسانوں کے اندر احساسات و جذبات کا پیدا کرنے والا ہے کسطرح اپنے عشاق کو اپنی ہمکلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اور اُس کی تائید میں آیات ذیل و اذا سَالَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ .... الخ اور إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا .... تَتَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ ۵ حم۔ سجدہ رکوع ۴ پیش کیگئی ہیں اس کے بعد پھر آیات رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ .... يَوْمَ التَّلَاقِ سورہ مومن رکوع ۲ اور تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ .... فَاتَّقُونِ ۵ سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں اپنے وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ آئندہ بھی کریگا۔ کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالےٰ کا رفیع الدرجات و ذو العرش ہونا ہے۔ اور ضرورت انذار قرار دیا گیا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالےٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذو العرش ہے۔ اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مُردہ ہو گئے۔ تو پھر وحی کا انقطاع کیونکر مان لیا جاوے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ .... الخ یعنے اُمتِ محمدیہ تمام اُمتوں سے بہتر ہے۔ اور نعمت بھی اس پر پوری ہو چکی۔ اور دُعا بھی خدا نے ہمیں یہ سکھلائی کہ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہ اے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنے انبیاء صدیقین۔ اور شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلا۔ تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ اُمت محمدیہ جو سب اُمتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات الٰہیہ سے محروم ہو پہلی اُمتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور اُن پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن اُمتِ محمدیہ کے بڑے سے بڑے درجہ کے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملے۔ پس یہ کہنا کہ اُمتِ مرحومہ پر وحی

Marfat.com

الہٰی کا دروازہ بند ہے - اور خدا اُس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ خیر الامم کیسے ہوئی - اور یہ کہنا غلطی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کیلئے رحمت ہوکر آئے تھے - اِس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے - اور اُمتت میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنے ہمکلام ہونے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا ہے - اللہ تعالےٰ اور اُس کا پاک رسول اور اولیاء اُمّت یہ کہہ رہے ہیں - کہ یہ فیضان الہٰی اس اُمت پہ بند نہیں ہے - اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں - کہ تم میں سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے لیکن اللہ تعالےٰ اُن سے کلام کرتا تھا - میری اُمت میں ایسے لوگوں میں اگر کوئی ہے - تو عمر - دوسری روایت میں محدّث کا لفظ آیا ہے صحابہ نے حضور سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ محدّث سے کیا مراد ہے - حضور نے فرمایا - کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرتے ہیں -

اِس کے بعد حضرت شیخ ابن عربی - حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی اور مولینا روم کی کتابوں کے حوالوں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی یہ پایا جاتا ہے - کہ تمام اقسام وحی کی قرآن میں مذکور ہیں - خدا کے بندوں اولیاء اللہ سب میں پائی جاتی ہیں اور وحی جو نبی میں ہے - وہ خاص ہے - اور شریعت والی وحی ہے - اور کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے - وہ اِس اُمّت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے - اور جیسا کہ مولینا روم نے کہا ہے - ہوتی تو وہ وحی حق ہے - لیکن صوفیائے عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اُسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں - اور کہ جس طرح سے انبیاء علیہم السلام کو وحی الہام ہوتا ہے انہیں طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے - اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے - اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے - اور اصطلاح فرق مراتب کے لحاظ سے قرار پا گئی ہے - کہ انبیاء کی وحی کو وحی اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں - اور کہ ولی پر بھی وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے - اور مدعیہ کے اعتقاد کے مطابق عیسیٰؑ کے نزول پر ان پر وحی نازل ہوگی - اور اس کے متعلق علماء کا قول ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر ہوگی اس کے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی کتب سے جو یہ دکھلایا گیا ہے کہ

Marfat.com

وہ بھی آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانتے ہیں۔ تو وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ نہ کہ دوسری وحی سے۔ جسے وہ جاری سمجھتے ہیں۔ ان تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی کہ جس میں نئے اوامر و نواہی نہ ہوں جاری ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ۔ آپ کے بعد وحی اور الہام کا سلسلہ بند ہے۔ تو اس سے مراد ایسی وحی ہے۔ جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اوامر و نواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا امتِ محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید۔ حدیث و بزرگانِ دین کے اقوال سے ثابت ہے اِس کے آگے پھر دوسرا ہیڈنگ شروع ہو جاتا ہے اِس کے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مدعیہ کیطرف سے جس وحی کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ کہ اِس کا ادعا کفر ہے اِس سے مراد وحی نبوت سے ہی ہے۔ فریق مدعیہ کے نزدیک وحی کا لفظ صرف انبیاء کیلئے ہی مختص ہے۔ اور وہ اِس امر کے قائل نہیں کہ جو وحی نبی کو ہوتی ہے وہ غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب مدعا علیہ کے بحث سے ہی یہ طے کرنا ہے۔ کہ آیا اس قسم کی وحی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے یا نہ۔ اس کے متعلق جن آیاتِ قرآنی کا حوالہ مدعا علیہ کیطرف سے پیش کیا گیا ہے ان کے ظاہری الفاظ سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ام موسٰے پر وحی ہوئی حضرت مریم پر فرشتے اُترے اور ذوالقرنین سے اللہ تعالےٰ نے کلام فرمایا۔ لیکن اگر یہ نتیجہ محض ان الفاظ اَوْحَیْنَا قَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ اور قُلْنَا کے استعمال سے اخذ کیا جاتا ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ وحی کا لفظ قرآن مجید میں نہ صرف ذوی العقول کی بابت استعمال فرمایا گیا ہے۔ بلکہ غیر ذوی العقول کی بابت بھی جیسا کہ سورۂ نحل میں ہے کہ شہد کی مکھی کو وحی کیگئی۔ یہاں میرے خیال میں مدعا علیہ کے نزدیک بھی وحی سے مراد وہ وحی نہیں ہو سکتی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ یہاں یقیناً اس کے کوئی اور معنے مثلاً فطرت میں داخل کرنا یا اُسے سوجھانا کئے جائیں گے۔ اِسطرح قرآن مجید میں وحی کا لفظ اور

Marfat.com

بھی کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ جس کے سیاق سباق سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ کہ وہاں اس لفظ سے مراد اس قسم کی وحی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور غالباً اسی شبہ کو زائل کرنے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید میں بتصریح یہ فرمایا گیا۔ کہ ہم نے تیری طرف اس قسم کی وحی بھیجی ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسحٰق، اسمٰعیل، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجی گئی۔ سورۂ نساء پارہ ۶ رکوع ۲۳ آیت اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ ..... زَبُوْرًا۔ اس لئے ان مواقعات پر جہاں کہ لفظِ وحی کے استعمال سے وحی نبوت کے معنی اخذ نہیں ہو سکتے۔ اس لفظ سے مراد جیسا کہ علماء نے لی ہے القاء کرنا یا دل میں ڈالنا ہی لی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ تو کیا یہاں بھی لفظ وحی کے استعمال سے وحیِ انبیاء لی جائے گی۔

قرآن مجید میں اسی قسم کے اور بھی کئی الفاظ ہیں کہ جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لیے گئے۔ مثلاً فتنہ کا لفظ جس کے معنے عام طور پر آزمائش کے لیے گئے ہیں اسی طرح اس کی سند بیان نہیں کی گئی۔ کہ فرشتے ہر حال میں ذات باری کی طرف سے ہی بحیثیت رسول اُترتے اور کلام کرتے رہے ممکن ہے کہ نیک آدمیوں پر ان کا اترنا عام انتظام کائنات کے سلسلہ میں ہو یا روحانی ترقی کے مدارج میں داخل ہو۔ اسی لئے حضرت مریم پر فرشتوں کے اُترنے سے یہ نتیجہ لازمی طور پر برآمد نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالےٰ غیر انبیاء سے اسی طریق پر کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء کے ساتھ۔ باقی رہی۔ وہ آیت جو ذوالقرنین کے متعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے۔ اگر نبی تھے تو انہیں وحی نبوت ہوئی ہوگی۔ اور اگر نبی نہ تھے تو ان کے متعلق محض لفظ قَالَ کا استعمال عمومیت کے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی اللہ تعالےٰ ہمکلام ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت اُمِّ موسیٰ اور حضرت مریم کو ایسی ہی وحی ہوئی

Marfat.com

جیساکہ انبیاء کو ہوتی ہے۔ تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایسی وحی ہر غیر انبیاء کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بیبیاں پیغمبروں کی مائیں تھیں۔ اور ان ہر دو پیغمبروں کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ انہیں پیدا ہونے کے بعد ہلاک نہ کر دیا جاوے۔ اس لیئے ان کی ماؤں کو تسکین دینے کے لئے اگر اللہ تعالےٰ نے اپنی ہمکلامی سے مشرف فرما دیا ہو۔ تو کوئی عجب نہیں اس کے ساتھ ہی پھر یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ یہ واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل کے ہیں۔ ممکن ہے کہ خاص حالات کے تحت خاص خاص اشخاص کے ساتھ ہمکلام ہونا مشیت ایزدی سے ضروری سمجھا گیا ہو۔ اور اس کی تائید خود مدعا علیہ کی اپنی بحث سے ہوتی ہے۔ جیساکہ وہ کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں۔ کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے اللہ تعالےٰ اُن سے کلام کرتا تھا۔ چنانچہ ذوالقرنین بھی اسی ذیل میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے بعد نبوّت میں سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ غیر انبیاء کو بھی وہی وحی ہوتی ہے۔ جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ اس حدیث کو فریق مدعا علیہ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہ عام اشخاص کے متعلق ہے۔ خواص کیلئے نہیں۔ اگر خواص اس سے مستثنیٰ تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ رسول اللہ صلعم اُس کی تصریح نہ فرما دیتے۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کیگئی ہے۔

باقی رہے صوفیائے کرام کے اقوال اور تحریریں۔ ان کے متعلق ایک جواب تو اوپر سید انور شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے دیا جا چکا ہے۔ کہ اُنھوں نے ان اشخاص کو جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں۔ اپنی کتابوں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کا دوسرا جواب بھی شاہ صاحب مذکور کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے نبوۃ کو بمعنے لغوی لیکر مقسم بنایا۔ اور اس کی تفسیر مذا سے اطلاع پانا۔ دوسرے کو اطلاع دینا کی۔ اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام

Marfat.com

دونوں کو داخل کیا۔ اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔ نبوّت شرعی اور نبوّت غیر شرعی۔ نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رُسل دونو درج کر دیئے۔ اوراب ان کیلئے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اورالہام کیلئے بچ گیا۔ اور مخصوص ہو گیا۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے۔ کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف۔ مکاشف اُس کا دائرہ ہیں اور تصریح فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لئے ہے گواہ مذکور نے کشف۔ الہام اور وحی کی یہ تعریف بیان کی ہے۔ کہ کشف اُسے کہتے ہیں۔ کہ کوئی پیرایہ آنکھوں سے دکھلایا جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے۔ یہ الہام ہے؛

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا وہ وحی ہے۔ وحی قطعی ہے۔ اور کشف والہام ظنی ہیں۔ بنی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کیساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کیلئے کشف یا الہام ہے۔ یا معنوی وحی ہو سکتی ہے۔ شرعی نہیں۔

وحی کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کی جو تفریق مدعا علیہ کیطرف سے کیگئی ہے۔ اُس کی تائید میں اس نے سوائے اقوال بزرگان کے اور کوئی سند پیش نہیں کی۔ اوران اقوال کی گو مدعیہ کیطرف سے توجیہہ اور تشریح کیگئی ہے۔ اور یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان بزرگان کی ان اقوال سے کیا مُراد ہے۔ اوران کے دیگر صریح اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ کہ جن میں وہ رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین بمعنے آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اورآپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں سمجھتے۔ لیکن ان پر اسلئے بحث کی ضرورت نہیں کہ وہ قرآن مجید اوراحادیث کے مقابلہ میں کوئی حجت نہیں ہو سکتے اور مدعا علیہ کیطرف سے جو اعتراض مدعیہ پر عائد کیا گیا تھا۔ کہ اس نے وجوہات تکفیر کے ضروریات دین ہونے کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ وہ بدرجہ اولےٰ خود مدعا علیہ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے شرعی اور غیر شرعی وحی کی جو تقسیم کی ہے۔ اس کے متعلق کوئی ثبوت قرآن واحادیث سے پیش نہیں کیا۔ محض قیاسات سے ہی یہ کہا گیا۔ کہ جن آیت کا حوالہ مدعیہ کیطرف سے دیا گیا ہے کہ اس میں آئندہ وحی کا ذکر نہیں وہ شریعت والی وحی کے انقطاع پر دلالت

Marfat.com

کرتی ہے۔

مدعیہ کیطرف سے درست طور پر کہا گیا ہے۔ کہ صوفیائے کرام نے نبوت کی جو قسمیں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی قائم کردہ اصطلاحات کے مطابق ہیں۔ اس لئے ان کی قائم کردہ اصطلاحات کو عام امت کے مقابلہ میں حجت قرار دینا درست نہیں ہے۔ مسیح موعود کی وحی کا ہونا مستثنیات سے ہے۔ جس کی استثناء خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر دی۔ اس سے وحی نبوت کے اجراء کا عمومیت کیساتھ نتیجہ نکالنا ایک غلطی ہے۔

آیت وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ .... الخ میں بشر کے لفظ کے متعلق مدعیہ کیطرف سے کہا گیا ہے۔ کہ مراد انبیاء علیہم السلام سے ہے لیکن اگر عام بشر بھی مراد لئے جاویں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا بالعموم آدمیوں سے کلام کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیساتھ ہمکلام ہونے کے طریق بتلائے ہیں۔ باقی کلام کا کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مشیت پر منحصر ہے لہٰذا گواہان مدعیہ نے یہ درست کہا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی نبوت جاری ہوتی تو قرآن مجید میں ضرور اس کی صراحت فرما دی جاتی۔ کیونکہ اس پر امت کی نلاح کا دارومدار تھا۔ باقی مولینا روم کی کتاب مثنوی کے حوالے سے جو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ اولیاء کو جو وحی ہوتی ہے۔ وہ دراصل وحی حق ہوتی ہے۔ اور اولیاء عام لوگوں سے پردہ کی نیکی خاطر اُسے وحی دل کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کے شاعرانہ خیالات اور شاعری نیت میں جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔ اور پھر جہاں انہوں نے وحی حق کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی واللہ اعلم بالصواب کا جملہ بھی موجود ہے۔ اس سے ان کے مفہوم کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پارہ ۹ رکوع ۶ اور پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۳ کی آیات محولہ بالا سے بھی یہ استدلال درست نہیں کیا گیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اوّل تو آیات اس زمانہ اور اُن حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو نزول قرآن کیوقت موجود تھے۔ اور

Marfat.com

انھیں ان لوگوں کو خطاب ہے۔ جو عبادت الٰہی سے ناآشنا اور غافل ہوں۔ اور اب رسول اللہ صلعم کی تعلیم کے بعد کسی ادنٰے سے ادنٰے مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ کہ خداوند تعالٰے سمیع بصیر اور علیم نہیں۔ باقی رہا اس کا آدمیوں سے کلام کرنا وہ اس کی مشیئت پر منحصر ہے۔ اُسے کسی کی آہ و بکا۔ فریاد و فغاں سے کلام کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دنیاوی عاشق و معشوق کی مثال عشق الٰہی پر نہایت ہی نازیبا طریق پر عائد کیگئی۔ تاہم اس مثال کو بھی اگر مدنظر رکھا جاوے۔ تو رسول اللہ صلعم کی تعلیم ایسی ناقص نہیں۔ کہ عاشقانِ الٰہی اگر فی الحقیقت وہ پورے معنوں میں عاشقانِ الٰہی بن چکے ہیں۔ خداوند تعالٰے کے دروازہ سے ناامید ہو کر لوٹیں یا نعوذ باللہ یہ تصور کریں کہ ان کا محبوب مرچکا یا انہیں دھوکا دیا گیا۔ دنیاوی معشوق بھی اگر اپنے عاشق کی آہ و بکا سن کر اندر سے اُسے کوئی تحفہ بھیج دے۔ یا اس کی بات کو سن کر اُس کا کوئی کام سرانجام دے۔ تو باوجود اُس کے کہ وہ اس سے ہمکلام نہ ہو یا اپنا دیدار نہ کرائے۔ اس کا عاشق ضرور سمجھ لیگا۔ کہ اس کا معشوق زندہ ہے۔ اور اُس سے محبت کرتا ہے۔ دنیا میں عاشقانِ الٰہی کی تعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آجتک کوئی تھوڑی نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور ویسے تو ایسے عشاق نہ صرف مذہب اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں سینکڑوں کی تعداد میں پائے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالٰے کے ہمکلام ہونے کا ذریعہ اس کے عشاق کے دل کی تڑپ ہی قرار دیجاوے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالٰے نے اس عہد میں ہر ایک عاشق سے نہ سہی۔ سو دیں ہزار دیں سے سہی۔ دس پندرہ بیس سال کے بعد نہ سہی۔ سو ہزار سال کے بعد سہی۔ کسی نہ کسی ایک سے تو ہمکلامی فرمائی ہوتی۔ نہ یہ کہ تیرہ سو سال تک یکدم خاموشی اختیار کیئے رکھنے کے بعد صرف ایک شخص سے ہمکلام ہونا منظور فرمایا گیا۔ اور وہ بھی زیادہ تر پرانی تیرہ سو سال والی زبان میں گویا اب اُس کے پاس الفاظ اور معانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر نعوذ باللہ خدا کے پاس ہمکلامی کیلئے نہ کوئی اور نیا مواد ہے۔ اور نئے

Marfat.com

الفاظ۔ تو پھر بچارے مولویوں کا کیا قصور ہے۔ کہ انہیں پرانی لکیر کا فقیر قرار دیا جاکر کوسا جاتا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے خدا کے اُس پرانے کلام کی تعبیر وہی کی ہے جو پہلے سے ہوتی آئی ہے۔

اگر عشاق کی تسلی محض گفتگو سے ہوتی۔ اور وجود بار یتعالے کے علم کا ذریعہ بھی یہی ہوتا کہ جب کبھی اُس کا کوئی عاشق بیقراری کی حالت میں آہ و بکا کرتا ہوا اُس کے دروازہ پر پہنچے۔ تو اُس کیلئے فوراً دروازہ کھل جائے۔ تو اسلام صفحۂ ہستی سے کبھی کا نابود ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ تیرہ سو سال کا زمانہ ایسا نہیں کہ عشاق نعوذ باللہ خداوند تعالےٰ کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر اُس کے دروازہ پر پڑے رہتے۔ بلکہ بقول گواہ مدعا علیہ عرصہ سے ناامید ہو کر لوٹ چکے ہوتے۔ اور پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اللہ تعالےٰ صرف ان عشاق سے ہی گفتگو کرتا ہے۔ کہ جو مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور دوسرے سے نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں عشاق کی تسلی محض گفتگو سے نہیں ہو کرتی۔ بلکہ جیسا کہ مدعا علیہ کے گواہ نے بھی ظاہر کیا ہے۔ دیدار یاران کا مطمع نظر ہوتا ہے۔ اس لیے ممکن ہے۔ کہ عشاق جب گفتگوئے یار سے بہرہ اندوز ہوں۔ تو پھر کبھی اپنے عشق کی مستی میں قوم موسیٰ کیطرح اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً کی رٹ لگانی شروع کر دیں۔ اور بجائے اس کے کہ دیدار یار سے لذت اندوز ہوں۔ اپنا بیڑہ بھی غرق کر بیٹھیں۔ شک نہیں کہ حقیقی عشاق کے دلوں میں ضرور اپنے محبوب کے متعلق ایک تڑپ ہوتی ہے۔ اِس تڑپ کے فرو کرنیکا علاج یہ نہیں۔ کہ محبوب سے ضرور ہمکلامی ہو۔

باری عزّ اسمہٗ نے اپنے عشاق کی تڑپ فرو کرنیکا علاج خود ہی اپنے زندہ کلام قرآن پاک میں یہ فرمایا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنے خدا کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور زیادہ اضطراب پیدا ہونیکی صورت میں فرمایا۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ .... الخ

Marfat.com

گواہ مدعا علیہ نے اس آیت کو بقاء وحی پر دلیل پکڑا ہے۔ لیکن وحی سے مراد اگر اس قسم کی استجابت لیجاوے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ کا ہر فرد لبشر کے ساتھ کلام کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور ہر شخص محل وحی بھی بن سکتا ہے۔ اس قسم کے استدلال اختیار کرنے سے مذہب کی کوئی عظمت و وقعت ظاہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی کوئی حقیقت منکشف کی جاسکتی ہے۔ گواہ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ خدا کا کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ تو کیا اس سے سمجھا جائے گا کہ جن لوگوں سے پہلے خداوند تعالیٰ نے کلام نہیں کی کیا ان سب پر خداوند تعالیٰ ناراض رہا ہے اور وہ مورد عتاب الٰہی ہیں۔ استغفر اللہ۔

بقاء وحی کے سلسلہ میں باقیماندہ جن دو آیات سورۂ مومن اور پارہ ۱۴۔ رکوع ۷ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان سے بھی وحی کا جاری رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ آیات مدعا علیہ کی اپنی تقسیم کے مطابق وحی تشریعی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ مذکور ہے۔ کہ جس شخص کو وحی کی جاتی ہے۔ اس کو یہ حکم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے۔ اس لئے اس قسم کی وحی کو مدعا علیہ کی اپنی تعریف کے مطابق وحی تشریعی ہی سمجھا جائے گا۔ اور یہ سلسلہ مدعیہ کے ادعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر آکر ختم فرما دیا۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک بھی اب تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے ان آیات سے وحی مطلق کے اجراء کا استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی مدعا علیہ کی یہ حجت کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے۔ کہ اے اللہ ہمیں راہ مستقیم پر چلا۔ اور ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنے انعام کئے ہیں۔ اور پھر دوسری سورت میں اس کی تشریح فرمائی۔ کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر خدا کا انعام ہوا۔ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ نبی۔ صدیق۔ شہدا اور صالح ہیں۔ اس سے یہ تلقین کی گئی۔ کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلعم کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تم کو حسب

Marfat.com

حیثیت مل سکتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ اُمتِ محمدیّہ تین مراتب کا تو انعام پائے اور چوتھے مرتبہ یعنے نبوّت کا حصول اس کیلئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی اُمتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا۔ پھر یہ خیر الامم کس طرح ہوئی۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اُمتِ مرحومہ پر وحی الہٰی کا دروازہ بند ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کیلئے رحمت ہو کر آئے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا گیا۔

اس کا جواب مدعیّہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے۔ کہ آیت مَن یُطِعِ اللہَ وَرَسُولَہٗ .... وَالصّٰلِحِیْنَ میں الفاظ مَعَ الَّذِیْنَ سے مُراد رفاقت سے ہے۔ نہ کہ عطائے درجہ سے۔ مدعا علیہ کے اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کے علاوہ دیگر مدارج جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی پیروی سے مل سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ نبوت کا درجہ نہ مل سکے۔ اگر اس بحث کو بفرضِ محال صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ لازم آئیگا کہ نبوۃ ایک کسبی چیز ہے۔ جو اتباع سُنت اور ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے حالانکہ قرآن شریف کی نصوص سے یہ ثابت ہے کہ نبوّت کسبی نہیں۔ اور مرزا صاحب نے بھی اُسے مانا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ضمیمۃ البنوۃ۔ فی الاسلام صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے۔ نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہو۔ اور نہ کبھی سلب ہو۔ اگر نبوۃ حضور علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہو سکتی تھی۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ آج تک جس قدر اولیاء۔ ابدال۔ اقطاب گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ سمجھا جاوے۔ کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور حضور بھی اُسے جائز سمجھتے تھے۔ تو ضرور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں کئی دیگر مراتب اور مدارج کے حصول کیلئے اپنی اُمت کو ادعیات اور اوراد کی تلقین فرمائی ہے۔ اور وہاں اس مرتبہ کے لئے بھی کوئی دُعا وغیرہ بھی تلقین فرماتے۔ تاکہ اُمّت کے افراد کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی آسانی

Marfat.com

میسر آتی۔ کیونکہ حضور کی شفقت سے یہ بعید تھا کہ وہ اُمّت کو اس قدر پریشانی اور محنت شاقہ میں ڈالتے۔ کہ مدّت مدید کی انتظار اور عبادات کے بعد صرف ایک ہی فرد کو جا کر یہ نعمت عطا ہوتی۔ اگر کوئی دعا وغیرہ تلقین کرنا آپ کے نزدیک مناسب نہ تھا۔ تو کم از کم اُس کی صراحت تو فرما دیتے کہ تم کو یہ درجہ مل سکتا ہے تم اس کے حصول کے متعلق کوشاں رہنا چاہیئے۔ آپ نے نہ اس قسم کی کوئی صراحت فرمائی۔ نہ ہی اس کیلئے کوئی راستہ بتلایا۔ بلکہ یہی فرماتے رہے۔ کہ لا نبی بعدی و انا اٰخر الانبیا وغیرہ گویا کہ اُمت کو نعوذ باللہ از دست دھوکے میں رکھتے رہے۔ تاکہ وہ کہیں یہ درجہ حاصل کر کے آپ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہو جاویں۔

بلکہ آپ کا رحمۃ اللعالمین ہونا اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ آپ سابقہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی اُمّت میں سے زیادہ انبیا پیدا کر کے اپنے افضل الانبیاء ہونے کا ایک اعلیٰ اور بیّن ثبوت بہم پہنچاتے۔ لہٰذا قرآن شریف کی دیگر تصریحات کو مدنظر رکھتے ہوئے آیتِ محولہ بالا کا مفہوم یہی لیا جائے گا۔ کہ وہ لوگ انبیاء کی رفاقت میں ہوں گے۔ اور چونکہ مدعا علیہ کو دنیاوی امثال کا بہت شوق ہے۔ اس لئے اُس کی مثال یہ ہو سکتی ہے۔ کہ جیسے حکومت کسی شخص کو اس کی ذاتی وجاہت اور مرتبہ کے لحاظ سے اپنے دربار میں اپنے کسی ممتاز عہدہ دار کیساتھ جگہ دے دے۔ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس شخص نے اس عہدہ دار کا رُتبہ حاصل کر لیا ہے یا یہ کہ وہ اس کا رُتبہ حاصل کرنے کا اہل بنا دیا گیا ہے۔ اسیطرح اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگ جن کی آیاتِ ماسبق میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انبیاء شہداء صدیقین اور صلحاء کے ہمراہ ہوں گے۔ اس لئے مدعا علیہ کا یہ استدلال کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کہ اگر اُمت محمدیہ کو نبوت کا درجہ نہ ملے تو وہ خیر الامم نہیں رہتی اس کے خیر الامم ہونے کے لئے خُدا نے اُسے اور کئی مدارج عطا فرمائے ہیں۔ قرآن مجید نے اسے اس بات کا محتاج نہیں رہنے دیا کہ وہ نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

کی غلامی پر ترجیح دے۔ بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء آپ کی اُمّت میں داخل ہونے کے متمنی رہے ہیں۔ افسوس کہ قرآن کی تعلیم کو پوری طرح مدِّنظر نہیں رکھا گیا۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔

قرآن حکیم میں حیاتِ انسانی کی پوری انتہا واضح نہیں فرمائی گئی۔ اور جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پرویز مضمون محولہ بالا میں لکھتے ہیں جنت بھی جو بالعموم منزل مقصود سمجھی جاتی ہے۔ درحقیقت اصل منزلِ مقصود نہیں بلکہ راستہ کا ایک خوشنما منظر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جنتیوں کی اِس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اِس منتہی کو ایک راز رکھا گیا۔ نہ معلوم کہ حضور کے فیض سے اُمّت کو کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ لہذا مدعا علیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا۔ کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ اِس وقت تک جاری ہے۔ بلکہ صرف الہام اور کشف وغیرہ باقی ہیں۔ جیسا کہ مُدّعیہ کا ادّعا ہے۔ اور ان کے لغوی طور وحی کہا جا سکتا ہے۔ اِس مقدمہ کے فیصلہ کا دارومدار زیادہ تر رسول اللہ صلعم کے خاتم النبین بمعنے آخری نبی ماننے کے عقیدہ پر ہی ہے۔ مدعیہ کیطرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیاتِ قرآنی واحادیث واجماع امت یہ دکھلایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثنا حضور نے خود کر دی یعنے حضرت عیسٰے علیہ السلام اور کہ مرزا صاحب کے دعوٰے سے قبل اور اب بھی سوائے مرزا صاحب کے پیرووں کے دیگر جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کی تعداد اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ کافر اور مُرتد ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے نبوۃ کا مرتبہ عطا ہو سکتا ہے۔ اور وہ خاتم النبین کے معنے عام

Marfat.com

مسلمانوں کے اعتقاد کے خلاف یہ کرتا ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنے آپ کو افاضہ کمال کیلئے مہر عطا کی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا۔ یعنے آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراشی ہے۔ اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ الفاظ درج ہیں۔ اس کے معنے مدعاعلیہ کیطرف سے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ اس آیت میں رسول اللہ کے بعد الفاظ خاتم النبیین اس لئے لائے گئے کہ ہر نبی اپنی اُمت کا روحانی باپ ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہدینے سے کہ آپ بحیثیت رسول اپنی امت کے باپ ہیں۔ آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالے نے آپ کو خاتم النبیین فرماکر آپ کو دوسرے رسولوں سے ممتاز فرمادیا۔ کہ اور نبی تو اپنی اُمت کے صرف مومنوں کے باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں۔ کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنے آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور اگر اس کے معنے آخر کے لیے جاویں۔ تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اس تصریح سے اس حد تک تو مدعاعلیہ کی یہ توجیہہ درست ہے۔ کہ اللہ تعالے کو چونکہ دیگر انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افضل دکھلانا مقصود تھا۔ اس لئے الفاظ خاتم النبیین استعمال فرمائے گئے۔ لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ محض لفظ خاتم کے استعمال سے آپ کا نبی تراش ہونا کس طرح مفہوم لیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خاتم کے معنے مہر بھی کئے جاویں تو اس کے یہ معنے کہ نیسے بھی آپ انبیاء سابقہ پہ مہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت نمایاں ہوسکتی ہے۔ اور محض یہ توجیہہ بھی کہ آپ انبیاء کے باپ ہیں آپ کی فضیلت ظاہر کردینے کیلئے کافی ہے۔ پھر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آپ کے اس تفضیلی علاقہ اُبوت سے آئندہ توالد انبیاء کا سلسلہ جاری ہونا کسطرح اخذ کیا گیا ہے۔ اور پھر توالد بھی صرف ایک نبی کا۔ اس میں شک نہیں کہ خاتم کے معنے مہر دیگر علماء نے بھی کئے ہیں۔ اور

Marfat.com

حال ہی میں قرآن مجید کا جو ترجمہ مولیٰنا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا شائع ہوا ہے۔ اِس میں بھی خاتم کے معنے درج ہیں۔ اور خاتم النبین کے معنے اُنہوں نے یہ لکھے ہیں کہ مہر ہیں تمام نبیوں پر اور میری رائے میں سیاق سباق عبارت سے یہی معنے درست معلوم ہوتے ہیں۔ اِس پر مدعا علیہ کا یہ اعتراض ہوگا۔ کہ پھر رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا کہاں سے اخذ کیا جائیگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا احادیث سے اور اُمّت کے اجماعی عقیدہ سے اخذ کیا جائے گا۔ اُمت آجتک آپ کو آخری نبی سمجھتی آئی۔ اور جیساکہ مولوی مرتضےٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے۔ آجتک جسقدر اولیاء ابدال۔ اقطاب۔ مجتہدین مجدّد ہوتے آئے ہیں۔ کسی نے اِس عقیدہ تغلیط نہیں کی۔ دوسرے مدعا علیہ کو بھی اِس سے انکار نہیں۔ کہ خاتم کے معنے آخری بھی ہیں۔ اور اِس معنے پر اُمّت کا اجماع چلا آیا ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے اِس اجماع کی حقیقت کو توڑنے کی کوشش کیگئی لیکن وہ اِس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کے دعوٰے سے قبل جمہور اُمّت کا عقیدہ اِس طرح چلا آیا ہے۔ اِس لئے ایک امر واقع کو غلط کہنا ایک بیجا حجت ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے لغت اور عربی زبان کے محاورات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ لفظ خاتم جب ت کی زبر سے پڑھا جاوے تو انگوٹھی یا مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر زیر سے پڑھا جاوے تو اُس کے معنے ختم کرنیوالا۔ دوسرا مہر لگانیوالا ہوتے ہیں اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور کہ خاتم کے اصل معنے آخر کے نہیں ہیں۔ اگر آخر کا معنے بھی لئے جاویں تو پھر لازم معنے کہلائیں گے۔ نہ اصل معنے۔ اور جب اصل معنے لئے جا سکتے ہیں تو

Marfat.com

لازم معنے کیوں لئے جاویں۔ خاتم۔ اگر کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازم معنے لیکر کیا جاتا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں۔ جو لازم معنے لینے پر ہی دلالت کرے۔ تو اُس کے باقی سب معنے چھوڑ کر صرف آخر کے معنے میں لینا کسیطرح صحیح نہیں۔ لیکن مقدمہ ہذا میں سوال زیر بحث عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ الفاظ کے معنے یا مُراد سے تعلق نہیں رکھتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ کس معنے پر قائم ہوا۔ جب مدعا علیہ کے نزدیک خاتم کے معنے آخر کے ہو سکتے ہیں۔ اور عقیدہ بھی تیرہ سو سال تک اِسی پر قائم رہا ہے۔ تو اب ان الفاظ پر بحث کرنا کہ ان کے معنے آخر کے نہیں بلکہ مہر کے ہیں سوائے ایک علمی دلچسپی کے۔ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں جو علماء اس کے معنے قبل ازیں آخر کے کرتے آئے ہیں۔ ان کی نسبت نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ اس کی لغت یا اصل سے واقف نہ تھے۔ اِس لئے اِس لفظ کے معنے پر بحث لاحاصل ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب بھی اپنے دعوے سے قبل خاتم النبین کے معنے آخری کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہان کے بیانات میں دکھلایا جا چکا ہے۔ بعد کے معنے محض تاویلی ہیں۔ اور اپنے دعوے کو رنگ دینے کی خاطر کئے گئے ہیں اور اب مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ نہ کہ دوسری وحی سے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں اُنہوں نے وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں اُنہوں نے اِس کی تصریح نہیں کی۔ اور سیاق سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر قسم کی وحی کے انقطاع کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ ان کے یہ اقوال اِس قسم کے ہیں جن کے متعلق کہ مدعا علیہ کی بحث کے شروع میں فقرہ ۲ میں تشریح کیگئی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اِس لئے مرزا صاحب کے دیگر اقوال ان کی توضیح یا تشریح نہیں بن سکتے۔ اِس قسم کے اقوال جن سے مرزا صاحب انقطاع وحی کے قائل پائے

Marfat.com

جاتے ہیں - گواہانِ مُدعیہ کے بیانات میں مفصل درج ہیں - جو اُوپر درج کئے جا چکے ہیں -

مدعا علیہ کیطرف سے اِس مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پھر یہ کہا گیا ہے - کہ احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے آیت خاتم النبیین سے نبوّت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا - جیساکہ حدیث لو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا سے ظاہر ہوتا ہے - کیونکہ آیت خاتم النبیّن کے نزول سے پانچسال کے بعد حضور نے یہ فرمایا ہے - لیکن اوّل تو اِس حدیث کے صحیح ہونے میں شبہ ہے - جس کا اظہار خود گواہ مدعا علیہ نے کر دیا ہے - دوسرا اِس میں لو کا ایک شرطیہ لفظ موجود ہے - اور قواعد عربی کی رُو سے مدعا علیہ کیطرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے - کہ جہاں لو داخل ہو وہاں وقوع نہیں ہوتا - تیسرا اِس میں نبوت کی کوئی تفصیل نہیں - کہ کیسی نبوت ہوگی - چوتھا نبوت کا امکان حضرت ابراہیم کی زندگی پر تھا - جب وہ وفات پا گئے - نبوت کا امکان بھی چلا گیا - اِس سے کسیطرح بھی آئندہ نبوت جاری رہنے کا نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا - مدعا علیہ کیطرف سے حضرت عائشہ کا ایک قول قولوا خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبي بعده نقل کیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے - کہ اِس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں - کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا - غلطی پر ہیں - اِس ضمن میں پھر یہ کہا گیا ہے کہ دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہے - جو یہ ہے - کہ ایک دفعہ آپ کے صاحبزادے اُستاد کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے - ایک دفعہ اتفاقاً حضرت علی وہاں سے گذرے - اور فرمایا کہ ان دونوں کو خاتم النبیین کا لفظ ت کی زبر سے پڑھاؤ - دوسری قراءت میں خاتم ت کی زیر سے بھی آیا ہے پس اگر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک ت کی زیر سے بھی خاتم کے معنے آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر کے پڑھانے سے منع کیوں کیا - کیونکہ زبر سے ختم کرنے

Marfat.com

کے معنے زیادہ واضح ہوجاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس کا خطرہ تھا کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔

حضرت علی کے متعلق جو حدیث لانبی بعدی والی بیان کیگئی ہے۔ اور جو مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدّعیہ کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ اُسے مدعا علیہ کیطرف سے صحیح مانا گیا ہے۔ مگر اس کی تاویل یہ کیگئی ہے کہ بعدی سے مراد یہاں موت کے بعد نہیں جیساکہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ بعدی سے مُراد جنگ تبوک کا عرصہ ہے۔ یعنے اس عرصہ میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں ایک اور حدیث کا حوالہ دیا جاکر یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اُن کا مطلب یہ ہے کہ اے علی تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ ہو۔ جیسے ہارون موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہوگے۔ اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی۔ کہ جب حضرت علی کو ہارون سے مشابہت دیگئی تو شبہ پڑ سکتا تھا کہ آپ حضرت ہارون کیطرح نبی بھی ہوں گے۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے وضاحت فرمادی۔ کہ تم میرے بعد خلیفہ ہوگے۔ نبی نہیں ہوگے۔

یہ تمام دلائل محض قیاسی ہیں۔ اور کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کا جواب بھی قیاسی ہو سکتا ہے۔ حضرت علی کے صاحبزادوں کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرت علی نے ان کی زیر سے اس لیے پڑھانا منع کیا ہو کہ زیر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا پہلو پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور زبر سے پڑھانے سے دونو پہلو نمایاں ہوجاتے ہیں۔ اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ اس وقت حضرت علی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ زیر سے پڑھانے سے نبوت کے منقطع ہونے کا مغالطہ پڑتا ہے۔ اور کہ ان کے نزدیک حضور کے بعد نبوت جاری رہے گی۔ تو جنگ تبوک کے موقعہ پر جب حضور نے انہیں ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دیکر یہ فرمایا تھا۔ کہ لانبی بعدی۔ تو وہ عرض کرسکتے تھے۔ کہ حضور جب

Marfat.com

آپ مثل موسیٰ ٹھیرے اور مثل ہارون علیہ السلام تو میں بھی آپ کا چچا زاد بھائی ہوں اس لیئے آپ موسیٰ علیہ السلام کیطرح کیوں میرے حق میں دُعا نہیں فرما دیتے کہ خدا مجھے بھی نبی بنا دے۔ اور باہمی مماثلت کی بناء پہ کوئی عجب نہ تھا۔ کہ حضور کی دُعا سے خدا انہیں بھی نبوّت کا مرتبہ عطا فرما دیتا۔

یہ محض ایسے قیاسات ہیں کہ جو ظنیات کی حد تک بھی نہیں پہنچتے۔ اور مذہب میں جیسا کہ خود مدعا علیہ کیطرف سے تسلیم کیا گیا ہے۔ قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظنیات یا قیاسات کا۔ باقی رہا حضرت عائشہ کا قول اِس کے متعلق مدعّیہ کیطرف سے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لا نبی بعدہٗ کے کہنے سے چونکہ یہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں کوئی بد عقیدہ شخص حضرت عیسیٰ کے نزول سے انکار نہ کر دے۔ اِس لیئے آپ نے فرمایا کہ خاتم النبین کہو۔ لا نبی بعدی نہ کہو۔ دوسرا یہ کہ خاتم النبین کے کہنے سے چونکہ دونوں مدعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری اور افضل ہونا ظاہر ہوتے ہیں۔ اِس لیئے آپ نے فرمایا کہ لا نبی بعدہٗ نہ کہو بلکہ خاتم النبین کہو۔

تیسرا یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ حدیث خود روایت کی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ نبوۃ ختم ہو چکی۔ سوائے اس کے اب مبشرات ہوں گے۔ اور مبشرات کی تشریح آپ نے یہ فرمائی۔ کہ اچھی خوابیں اِس لیئے مدعیہ کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت عائشہ کو خود اِسی حدیث کا علم تھا۔ تو کِس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے لا نبی بعدہٗ کہنے سے اِس لیئے منع کیا۔ کہ وہ آپ کے بعد نبوت کو جاری سمجھتی تھیں۔ یہ ایک بہت معقول جواب ہے۔ اِس کے علاوہ جن لوگوں کو آپ نے منع کیا ہوگا۔ کہ وہ لا نبی بعدہٗ نہ کہیں۔ تو انہوں نے آخر کوئی وجہ تو دریافت کی ہوگی۔ کیونکہ اِس سے شبہ پڑ سکتا تھا۔ کہ کیا آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔ جو وہ ایسا کہنے سے منع کرتے ہیں۔ ایسی کوئی تفصیل بیان نہیں کی جاتی

Marfat.com

اس لئے اُن کے اِس قول سے یہ کوئی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ وہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری سمجھتی تھیں

اس سلسلہ میں پھر مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین ہیں آخر النبیین نہیں۔ آخر کچھ تو بھید ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے آخر النبیین نہیں کہا۔ بلکہ خاتم النبیین کہا۔

اس میں اوّل تو کوئی بھید نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ آخر النبیین کا لفظ خاتم النبیین کے مقابلہ میں زیادہ فصیح معلوم نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ جو غیر فصیح ہو۔ دوسرا اللہ تعالےٰ کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں فضیلتیں یعنے آپ کا آخر ہونا اور افضل ہونا دکھلانا مقصود تھیں اس لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔

اور اگر اللہ تعالےٰ کو اس میں کوئی بھید رکھنا منظور تھا۔ تو پھر اس بھید کا کیا حل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب قرآن مجید کو نور۔ ہدایت اور فرقان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے میں تمہاری فلاح ہے۔ اور گذشتہ بہت سے انبیاء کی تفصیل بھی بیان فرما دی لیکن آئندہ آنیوالے نبیوں کے متعلق نہ کوئی صراحت فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ تو پھر قرآن کیونکر نور اور ہدایت ٹھیرا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کا بیان ہے۔ کہ جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ وہ خبر واحد ہے جو ظن کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور عقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے۔ لیکن افسوس کہ یہ کہتے وقت اُسے شاید اپنے طریق استدلال پر نظر نہیں رہی۔ کہ وہ کہاں تک قطعیات کی رُو سے بحث کر رہا ہے۔

اس طرح اُس نے ان احادیث کی بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ جن میں

Marfat.com

حضور کے متعلق آخر کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ اردو شعراء اور مصنفین کے اقوال کے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے۔ کہ لفظ آخر اکثر بمعنے کمال استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ یہ تمام بحث ایک علمی دلچسپی کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہاں بحث عقائد سے ہے نہ کہ الفاظ کے معنے سے۔ اور چونکہ الفاظ زیر بحث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اس معنے پر ہی آج تک اُمت کا عقیدہ چلا آیا ہے۔ اور یہ عقیدہ جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کو تبدیل کرانا کسی ادیب۔ عالم مفتی یا قاضی کا کام نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو۔ اور کوئی تبدیل نہیں کرا سکتا۔ اس پر پیچھے کافی بحث ہو چکی ہے۔ کہ آیا مرزا صاحب نبی اور مامور من اللہ ہیں یا نہ اور آخیر نتیجہ میں بھی اس پر بحث کی جائے گی۔

مدعا علیہ کیطرف سے شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر بزرگان کے اقوال نقل کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی نبوت مرتفع ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ شریعت والی نبوت مرتفع ہو گئی۔ نہ کہ مقام نبوت۔ اور کہ وہ حضور کے قول لانبی بعدی کا یہ مطلب سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا۔ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا۔ آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

مدعیہ کیطرف سے ان اقوال کی توجیہیں بیان کیگئی ہیں۔ اور ان بزرگان کے دیگر اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کے قائل تھے۔ لیکن قطع نظر اس کے یہ ممکن ہے کہ یہ اقوال لکھتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان لوگوں کے ذہن میں ہو۔ اور اس لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے بعد جب بھی کوئی نبی ہوگا وہ آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اس کا فیصلہ تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پوری طرح

Marfat.com

کیا جاسکتا ہے۔ ان حوالوں کو چونکہ اس فیصلہ میں بحث سے نظرانداز کر دیا گیا ہے اس لیئے ان پر زیادہ رائے زنی کی ضرورت نہیں۔ اور اگر ان تحریروں کا مطلب مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق بھی صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا یہ اُن کی ذاتی رائے ہے یا اُمت کا عقیدہ۔ اگر ان تحریروں کے بعد اُمت نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ اور ان کا عقیدہ جوں کا توں رہا ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ تو پھر یہ تحریریں ان کی ذاتی اور شخصی رائے کے سوا اور کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ اور اگر ان کے یہ اقوال ان کا کشف بھی سمجھے جا دیں تو بھی جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ دین کے معاملہ میں وہ دوسروں پر کوئی حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سوائے نبی کی وحی کے اور کوئی بات قطعی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلعم کی دوسری حدیث پر جس میں اپنے بنی اسرائیل کے نبیوں کے متعلق کہا ہے۔ کہ جب انمیں ایک نبی فوت ہوتا تھا۔ تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا تھا۔ مدعا علیہ کیطرف سے کہا گیا ہے کہ یہاں حضور کی مراد بعدیت متصلہ ہے۔ یعنے آپ کے فوراً بعد ایسا نہیں ہوگا۔ اور اُمت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اوّل تو اس حدیث کے یہ معنے تاویلی ہیں۔ دوسرا نہیں کہا جا سکتا کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں ایسا کوئی زمانہ نہیں آیا۔ کہ جس میں نبی کی ضرورت محسوس نہ کیگئی ہو۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کیلئے مدعا علیہ جس قسم کی نبوت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اس معنے سے تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک مرزا صاحب کو جو نبوت ملی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اتباع اور فیض سے ملی ہے اور یہ پایا جاتا ہے۔ کہ حضور کے زمانہ میں ہی حضرت عمر حضور کے ایسے متبعین میں سے تھے۔ کہ جنکی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔ اور ان کی بابت حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے اور یہ بھی کہا کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمر مبعوث ہوتے۔ تو کیا حضرت عمر سے بڑھکر اس وقت حضور کے اتباع کے

Marfat.com

لحاظ سے کوئی شخص نبوت کا مستحق ہو سکتا تھا۔ لیکن مدعاعلیہ کی مذکورہ بالا صراحت کے مطابق وہ حضور کے بعد اس لئے نبی نہ بنے کہ اُس وقت نبی کی ضرورت نہ تھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور کے اتباع سے نبوت ملنے کیساتھ مشیت میں یہ بھی مقدر ہے۔ کہ اس قسم کی نبوت اس وقت دیجاوے۔ جس وقت کہ اس کی ضرورت ہو۔ اور اس سے مدعاعلیہ کے اس اصول کی نفی ہو جاتی ہے کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت مل سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور ہے۔ کہ حضرت عمر کو نبوت عطا ہو جاتی۔ کیونکہ وہ نہ صرف کامل متبعین میں سے تھے۔ بلکہ حضور کے خاص مورد الطاف تھے۔ اور جیسا کہ حضور کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے حضور یہ چاہتے تھے۔ کہ وہ نبی ہوں۔ لیکن چونکہ آپ کے بعد نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر نبی نہیں ہو سکتے۔

مدعاعلیہ کیطرف سے اِس حدیث کو کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا۔ تو عمر ہوتے۔ ضعیف کہا گیا ہے۔ اور پھر اس ضمن میں لفظ بعد بہت سے تاویلی معنے کئے گئے ہیں اور شاید اس لیے کہ یہ حدیث مدعاعلیہ کے منشار کے بالکل مخالف تھی۔ حدیث کے الفاظ ایسے مبہم نہیں کہ ان کے مفہوم کیلئے کسی تاویل کی ضرورت ہو۔ ان سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہاں بعد سے کیا مراد ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مدعیہ کیطرف سے جو حدیث بیت النبوت والی پیش کیگئی ہے اس کے متعلق مدعاعلیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے اس میں من قبلی کے الفاظ ہیں۔ اور اِن الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنیکا اسمیں ذکر نہیں۔ لیکن یہ حجت اس لئے درست نہیں۔ کہ اِس حدیث میں نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دیگئی ہے۔ اور اس کی تکمیل کے سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آپ کے وجود باجود سے قبل غیر مکمل تھا۔ آپکے تشریف لانے پر مکمل ہو گیا۔ اگر آئندہ انبیاء کا سلسلہ جاری رہنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس گھر کی تکمیل لازم نہیں آتی۔ یہ سمجھانے کیلئے کہ اب سلسلہ انبیاء میں سے اور کوئی باقی نہیں۔ نبوت

Marfat.com

کو ایک گھر سے تشبیہ دیگئی - اور جیسا کہ گھر کی چنائی اینٹوں سے کیجاتی ہے - اِس بیت نبوت کی چنائی انبیاء سے ہوئی - اور جو ایک اینٹ اِس گھر کی تکمیل کو ناقص بنائے ہوئے تھی۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر پوری ہوگئی - اِس مثال سے یہ دکھلایا گیا ہے - کہ مشیت ایزدی میں جو تعداد انبیاء مقرر تھی۔ وہ آپ کے تشریف لانے سے پوری ہوچکی - اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا دوبارہ آنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے - کہ انبیاء کی تعداد میں اب کوئی عدد باقی نہیں رہا - اس لئے سابقہ اعداد میں سے ایک کو واپس لانا پڑا ہے - اِس پر مدعا علیہ کیطرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے - کہ اگر عیسی علیہ السلام کا آنا تسلیم کیا جاوے - تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مکان کی تعمیر ادھوری رہ گئی - لیکن یہ حجت اِس لیے قائم نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اِس مکان کی تعمیر میں پہلے شامل ہو کر اُسے مکمل کرچکے ہیں - اور نئے نبی اگر ابھی اور آنے باقی ہوں - تو پھر اِس عمارت کی تعمیر مکمل نہیں سمجھی جاسکتی - اِس کی تکمیل اِس وقت سمجھی جائے گی - جب تمام انبیاء ختم ہوچکیں - اِس لیے اسے اِس وقت میں مکمل سمجھا جاتے گا - جبکہ تمام انبیاء کا سلسلہ ختم نہ ہولے - حضور کا اِس عمارت کو اپنی تشریف آوری سے مکمل فرما دینا اِس بات کی دلیل ہے - کہ آپ کے بعد تعداد انبیاء میں سے اور کچھ باقی نہیں - حضرت عیسٰی کا آنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے تکمیل شدہ مکان میں سے کچھ اینٹیں اُکھاڑ کر بشرط ضرورت دوسری جگہ لگا دے - اِس پر یہ کہا جائیگا کہ اس نے اپنے مکان کو اکھیڑا - یہ نہ کہا جائیگا - کہ اس نے مکان کو مکمل نہیں کیا - کیونکہ اس کی تکمیل پہلے ہوچکی تھی -

مدعا علیہ کیطرف سے کہا گیا ہے - کہ مرزا صاحب کا نبی ہونا اِس مکان کی تعمیر کا منافی نہیں کیونکہ انہیں حضور کے فیض سے نبوت ملی ہے - اِس لئے یہ نبوت اِس مکان بیت النبوت کی تکمیل کا سلسلہ شمار ہوگی - ظاہر ہے کہ ایک مکمل چیز پر اگر کوئی اور نئی زائد چیز بطور اضافہ شامل کیجاوے - تو اِس سے دو ہی صورتیں پیدا ہونگی - یا تو وہ زائد چیز اس کی زینت کو بڑھادیگی یا اُسے بدزیب کردیگی - اب اگر مرزا صاحب کو بیت النبوۃ پر چسپاں کیا جاوے - تو وہ یا تو اُس کی زینت کو بڑھائیں گے - یا اُسے بدزیب کریں گے - اگر سمجھا جاوے کہ اُن سے اس کی زینت

Marfat.com

بڑھے گی۔ تو اس سے وہ افضل الانبیاء ہو جائیں گے۔ نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہ بات ان کے اپنے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اب صاف ہے۔ کہ ان کے اس بیت النبوۃ پہ چپاں ہونیسے دوسری ہی صورت پیدا ہو گی۔ اور اِس گھر کی تکمیل میں وہ زائد از ضرورت ہی رہیں گے۔ اِس لیے اِس حدیث سے جسکی صحت سے مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ مدعیہ کیطرف سے ایک اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے۔ انمیں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد قیامت تک جو بھی دعوٰے نبوت کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنیوالے مسیح موعود کو خود حضور نے بھی نبی اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے دوسرا تیس کی تعین بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا بھی آسکتا ہے۔ تیسرا اس حدیث کا مضمون آج سے قریبًا پانچسو برس پہلے پورا ہو چکا ہے۔ کیونکہ ۳۰ دجال و کذاب گذر چکے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو خود گواہ مدعا علیہ نے ہی دیدیا ہے۔ کہ اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں کہ جس میں کذابوں کی تعداد کم و بیش ۲۷ تک بیان کیگئی ہے۔ اِس لیئے سمجھا جائیگا۔ کہ حضور نے ۳۰ کی کوئی متعین تعداد بیان نہیں فرمائی۔ بلکہ اِس قسم کے اعداد بیان کرنے سے حضور کی مراد کذابوں کی کثرت بیان کرنے سے تھی کیونکہ اگر مدعا علیہ کی بحث کی رو سے یہ قرار دیا جاوے کہ ایسے کذابوں کی صحیح تعداد ۲۷ ثابت ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو تیس کذاب اس سے قبل گذرنے بیان کیئے جاتے ہیں ان میں سے تین ضرور سچے ہوں گے لیکن ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ اور ان باقی ماندہ تین کو بھی دنیا نے جھوٹا ہی سمجھا۔ اور انہیں بھی کذابوں کی ذیل میں داخل کیا گیا۔ دوسرا مسیح موعود کے آنے کی استثناء خود حضور نے فرمادی اور ساتھ ہی اس کا نام عیسٰی ابن مریم بتلا کر اُسے نام سے ہی مشخص فرمادیا۔ علاوہ ازیں اگر سچے نبی ہو سکتے تھے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ جہاں حضور نے جھوٹے نبیوں کی آمد اور ان کی تعداد کی اطلاع دی تھی۔ وہاں اِس کی تصریح کیوں نہ فرمائی۔ کہ اس کے بعد سچے نبی بھی آئینگے

Marfat.com

اور اس قدر آئیں گے۔ نا ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اُمت کو ایک گمراہی سے بچا کر دوسری گمراہی میں ڈال دیا جاتا۔ اور انہیں جھوٹے اور سچے نبی میں تمیز کرنے کیلئے کوئی معیار نہ بتلایا جاتا۔ اس لیے یہ حدیث بھی مثبت ادعا مدعیہ اور مدعا علیہ کی حجت کے منافی ہے۔

لہٰذا اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مسلیمہ کذاب وغیرہ کاذب مدعیان نبوۃ کے جو حوالے مدعیہ کیطرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہا گیا ہے۔ کہ انہیں اس بناء پہ قتل کیا گیا کہ انہوں نے دعوٰی نبوت کیا تھا۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کیساتھ صحابہ کا جنگ کرنا محض اس وجہ سے تھا۔ کہ انہوں نے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کا مقابلہ کر کے خود بادشاہ بننا چاہا تھا۔ اور نبوت کے دعوے کو اس کے حصول کیلئے انہوں نے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اگر مدعا علیہ کا یہ ادعا درست بھی سمجھ لیا جاوے۔

تو چونکہ اُس کے ساتھ ہی وہ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعوٰی نبوت کو حصول حکومت کیلئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ تو اُس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ کہ جس بناء پہ وہ اپنے آپ کو حکومت کا حقدار سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اُسے بھی نادرست سمجھا تھا۔ اگر صحابہؓ کے ذہن میں یہ ہوتا کہ حضور کے بعد نبوت ہو سکتی ہے۔ تو وہ ان کی نبوت کے متعلق پورا اطمینان کرتے۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ جنگ کرنیکا فیصلہ کرتے۔ خلافت ارضی جلیل القدر انبیاء کی نبوت کا ایک جزو لاینفک رہی ہے۔ اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مدعیان نبوت خلافت ارضی کو لوازمات نبوت میں سے سمجھتے ہوئے دعوٰی نبوت کے بعد اس کیلئے کوشاں ہوئے ہوں۔ تو اس صورت میں صحابہ کا ان کیساتھ جنگ کرنا دعوٰی نبوت کی بناء پہ متصور ہوگا۔ نہ کہ بغاوت کی بناء پہ کیونکہ انہیں باغی مرتد اور کافر قرار دیا جا کر سمجھا گیا۔

Marfat.com

اِس سلسلہ میں مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ مدعا علیہ نے اپنی بحث میں آگے یہ دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے ظلّی اور بروزی کی اصطلاحات یہ دِکھانے کے لئے قائم کی ہیں کہ جس قسم کی نبوۃ کے وہ مدعی ہیں۔ وہ شریعت والی نبوّت نہیں اور نہ اُس سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ آپ کا مطلب اُن سے صرف یہ تھا کہ ان کو بلاواسطہ نبوّت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے اتباع اور آپ میں فنا ہو کر اور آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ نبوّت ملا ہے۔ اِس لئے آپ نے اپنے آپ کو ظلی نبی لکھا تاکہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سُن کر چونک نہ پڑیں۔ اور اِس ظلّی بروزی کے لفظ سے سمجھ لیں کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہر ایک کمال آپ کو آنحضرت صلعم کے اتباع اور ذریعہ سے ملا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نبوّت کی حقیقت سمجھانے کیلئے ظلّی۔ بروزی اور امتی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں تاکہ لوگ نبی کے لفظ سے دھوکا نہ کھا جائیں اور اصطلاحوں کا قائم کرنا۔ ہر ایک کیلئے جائز ہے۔ بروز وغیرہ کے الفاظ صوفیائے نے بھی قائم کئے ہیں۔ مرزا صاحب تناسخ کے اِس معنیٰ میں جس معنیٰ میں کہ اہل ہنود سمجھتے ہیں قائل نہ تھے۔ اِن کے اِس قول سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خُو۔ طبیعت اور مشابہت کے لحاظ سے .... عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر جنم لیا۔ سے یہ مُراد نہیں کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیم ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ پر وجود دوروبہ کی تفسیر خود ہی بیان کی ہے۔ اور تناسخ کے مسئلہ کا رد مرزا صاحب نے اپنی بہت سی کتابوں میں کیا ہے۔ مہدی موعود کی بروزی نبوّت کے متعلق مدعیّہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اِس حوالہ کے آگے کی عبارت نہیں پڑھی۔ اس میں خاتم الاولاد کا مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اِس کے خاتمہ کے بعد نسلِ انسان کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی۔ باستثناءِ ان فرزندوں کے جو اُس کی حیات میں ہوں۔

سوائے ظلّی اور بروزی اصطلاحات کے باقی تمام بحث فروعی امور کے متعلق

Marfat.com

ہے۔ جن کا امر ما بہ النزاع پر چنداں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اِس کے جواب میں اگر مدعیہ کی بحث کو جو اوپر بیان کی جا چکی ہے دیکھا جاوے تو اِس سے یہ نتیجہ درست طور برآمد ہوتا ہے۔ کہ ظلی اور بروزی اور اُمتی وغیرہ کی اصطلاحات محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی نبوت کے متعلق ہی تھا۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی کی تحریر میں جس کا حوالہ اُوپر گذر چکا۔ کی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی اِس تحریر کے متعلق مدعا علیہ نے ان کی ایک اور تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مثال کے طور پر لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے یہ معنے کئے جاویں کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں۔ لیکن اس سے ان کی وہ تحریر جس کا حوالہ مدعیہ کیطرف سے دیا گیا ہے رد نہیں ہوئی۔ وہ تحریر بذاتہ ایسی ہے کہ جس سے خود ایک مستقل مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اِس میں اُنھوں نے مرزا صاحب کے حقیقی نبی ہونے کا ثبوت دینے کی بھی آمادگی ظاہر کی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہا کہ اُنھوں نے ظلی بروزی کے الفاظ محض بطور انکسار کے استعمال فرمائے ہیں۔ اور کہ اس قسم کی فروتنی نبیوں کی شان میں داخل ہے۔ ان کے ان الفاظ کی مدعا علیہ کیطرف سے کوئی تردید نہیں کی گئی۔ اور نہ ان کی کوئی تردید ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک اعلان میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلعم کا وجود ہی قرار دیا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروزات کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے جن اقوال کا حوالہ گواہان مدعیہ کے بیانات میں دیا گیا ہے۔ اور اُن سے جو نتائج اُنھوں نے برآمد کئے ہیں۔ اور جو ان کی بحث میں اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان سے واقعی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے ان اقوال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اِس قسم کا جنم مراد لیتے ہیں کہ جو بطریق تناسخ سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خو۔ طبعیت اور دیگر خصائل کے ودلیت ہونے سے۔ ان سوالات پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ

Marfat.com

یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی تکفیر سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اِس مقدمہ میں ایک ضمنی سوال ہے۔ اِس لیئے ان کے لیے عقائد پر کہ جن پر مقدمہ ہذا کے تصفیہ کا زیادہ دارومدار نہیں ہے۔ تفصیلی بحث بلاضرورت ہے۔

ذیل میں مدعا علیہ کیطرف سے مدعیّہ کے ان اعتراضات کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوےٰ نبوّت تشریعیہ کے متعلق عائد کیئے گئے ہیں۔

اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں اپنے لیئے رسول کا لفظ لکھا ہے وہاں اُنہوں نے اِس لفظ کے ساتھ کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اُنہوں نے صاف لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید اور کوئی کتاب نہیں دعوےٰ نبوت کے متعلق اُنہوں نے صاف کہا ہے۔ کہ میں ان معنوں سے نبی ہوں۔ کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیئے اِس کا نام پاکر اُس کے واسطہ سے خدا کیطرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اور جہاں اُنہوں نے یہ کہا ہے کہ مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ وہاں آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔

جہاں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی وحی پر اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح کہ قرآن اور دوسری وحیوں پر۔ اِس سے ان کا صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعوےٰ اخذ نہیں ہوتا۔ بلکہ اِس قسم کے اقوال سے یہ مُراد ہے کہ آپ اپنی وحی کو منجانب اللہ اور اُس کے دخل شیطانی اور خطا سے پاک و منزہ ہونے پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اس کا وہ اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اِس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحبِ شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ مرزا صاحب کا اپنی وحی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی ان کا مدعی نبوت تشریعیہ ہونا ثابت نہیں

Marfat.com

کرتا۔ کیونکہ ان کی جو وحی اور تعلیم ہے ۔ وہ وہی تعلیم ہے ۔ جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے ۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر وہی نجات پا سکتا ہے ۔ جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو دوسرا نہیں ۔ مرزا صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے ۔ بلکہ فرمایا کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے ۔ قرآن مجید کی بیسوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئیں ۔ اسیطرح مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت سے اوامر و نواہی نازل ہوئے اور انہی کے متعلق مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ۔

مرزا صاحب کے قول نمبر۲ مذکورہ بالا کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اولیاء اُمت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہو جانا ناجائز ہے ۔ صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں ۔ اور آنحضرت صلعم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں ۔ اُترنا ممنوع ہے ۔ اس قول میں مرزا صاحب نے شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے ۔ اور فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کیلئے فرماتے ہیں ۔ کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے ۔ کیونکہ شریعت اوامر و نواہی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر اور نہی دونو موجود ہیں ۔

قول نمبر۱۲ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس سے جو مرزا صاحب کے صاحب شریعت نبی ہونیکا استدلال کیا گیا ہے ۔ وہ درست نہیں ۔ کیونکہ اس جگہ اُنہوں نے صرف صاحب شریعت نبی محدث اور ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے ۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لائے ۔ ان کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں ۔ اس سے گواہان مُدعیہ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ مرزا صاحب کی دوسری تحریروں کے مخالف ہے ۔ کیونکہ دوسری جگہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں ۔

Marfat.com

یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الہیہ ہے۔ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افتراء کرنیوالا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا تو اس صورت میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پہ پڑے گا۔

مرزا صاحب کے مدعی صاحب شریعت ہونیکی بابت مدعیہ کیطرف سے جو ان کے ماہواری چندہ دینے بجانیکے حکم کا حوالہ دیا جا کر بحث کیگئی ہے اس کے متعلق مدعا علیہ کا یہ جواب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں اور نہ اس میں تعمیل نہ کرنیوالے کے متعلق کافر، مرتد یا ملعون وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں بلکہ یہ حکم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ مرزا صاحب نے اس قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود مقدرت ۳۔ ۳ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے۔ اور کچھ پرواہ نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہے درست نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم کہ اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں ادا کرتے تھے۔ روکی تو میں ان سے قتال کروں گا۔ دیکھئے کہ زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ ادا نہ کرنے پہ کتنی سخت سزا مقرر کیگئی۔ ان دلائل کے زیادہ تفصیلی جوابات دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو اگر گواہان مدعیہ کی پیش کردہ دلائل کی روشنی میں دیکھا جائیگا تو ان کا ابطال خود بخود ہی ثابت ہو جائیگا۔ تاہم ان کے مختصر جوابات درج کیے جاتے

Marfat.com

ہیں رسول کی تعریف خود گواہ مدعا علیہ نے یہ کی ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ اور نبی عام ہوتا ہے۔ چاہے کتاب لائے یا نہ لائے۔ اب مرزا صاحب کے اپنے آپ کو رسول کہنے سے یہی مراد لی جائے گی کہ وہ صاحب کتاب نبی ہیں۔ علاوہ ازیں جو وحی کہ دخل شیطانی سے منزہ قرار دیجا دے تو وہ منجانب اللہ ہونیکی وجہ سے اسیطرح قطعی ہو گی جیسا کہ دیگر انبیاء کی وحی۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی فرماتے ہیں کہ اگر ان کی وحی کو جمع کیا جاوے تو وہ کئی جزیں بنجائے۔ اب اس قسم کی وحی اگر کتابی صورت میں نہ بھی لائی جائے تو بھی کتاب اللہ کہلائے گی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالٰی کیطرف سے اوامر و نواہی بیان کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی ایسی وحی جس میں شریعت محمدیہ کے اوامر و نواہی کی تجدید ہے بہت تھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی جو دیگر وحی ہے۔ اس کی قطعیت کے لحاظ سے اس پر بھی اسیطرح ایمان لانا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید پر اور وہ بھی شریعت کا جزو تصور ہو گی۔ اس لیے مرزا صاحب نے رسول کے لفظ کیسا تھ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا تو بھی ان کی تصریحات سے یہی سمجھا جائیگا۔ کہ وہ صاحب شریعت رسول ہیں چاہے وہ صاف الفاظ میں یہ کہیں یا نہ کہیں۔ ان کے دیگر اقوال سے نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کے دیگر اقوال جن میں انہوں نے اپنی نبوت کی تشریح کی ہے یا یہ کہا ہے کہ جدید شریعت نہیں لائے۔ ان اقوال کا کہ جن سے مذکورہ بالا نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ رد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جیسا کہ شروع بحث میں دکھلایا گیا۔ جو اقوال کہ اپنے اندر مستقل مفہوم لئے ہوتے ہیں۔ ان کے مطالب وہی سمجھے جائیں گے جو ان اقوال کی اپنی طرز بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ اس بات کی صراحت نہ ہو کہ وہ اقوال واپس لیے جا چکے ہیں۔ دیگر اقوال نہ ان کے قائمقام بن سکتے ہیں اور ان کی تشریح۔

مرزا صاحب چاہے یہ کہیں یا نہ کہیں کہ ان کی وحی شرعی اور قرآن کی شکل ہے۔ وہ جب اسے دخل شیطانی سے پاک سمجھتے ہیں اور دوسروں پر حجت قرار

Marfat.com

دیگر اُسے مدارِ نجات ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنے نہ ماننے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ اور بقول گواہ مدعا علیہ اب آئندہ کیلئے مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا بھی ضروری ہے۔ تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ان کی وحی شرعی نہیں خصوصاً جبکہ صاحب شریعت کی تعریف بھی خود مرزا صاحب یہ کرتے ہیں کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ اور پھر آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ اوامر و نواہی نئے ہوں۔ ان کی اس تعریف کی رُو سے صاف قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اوامر و نواہی نئے ہوں۔ ان کی اس تعریف کی رُو سے صاف قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی وحی کو شرعی وحی سمجھتے ہیں اور جب وہ شرعی وحی ہوئی تو اس پر ایمان لانا اسیطرح واجب ہوا جیسا کہ قرآن مجید پر۔ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا نزول دیگر اولیاء اللہ پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے ان کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔ اور نہ ان کو دوسروں پر بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس لئے دیگر اولیاء اللہ کی مثال مرزا صاحب کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

قول ۶ میں صاحب شریعت کے الفاظ مرزا صاحب کیطرف سے فرضی طور پر استعمال نہیں کئے گئے جیسا کہ مدعا علیہ کا ادعا ہے۔ بلکہ بڑی شد و مد سے صاحب شریعت کی تعریف کی جا کر اپنا صاحب شریعت ہونا دکھلایا گیا ہے اس قول کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں صاحب شریعت کے الفاظ فرضی ہیں یا اصلی اس قول کی مزید تائید پھر قول ۱۲ سے ہوتی ہے۔ اس قول کے مرزا صاحب کے دیگر اقوال کے متناقض ہونیکو خود گواہ مدعا علیہ نے بھی مانا ہے۔ اور مرزا صاحب کے دیگر اقوال سے اس نقیض کو رفع کرنیکی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ قول بذاتہ کسی شرح کا محتاج نہیں۔ اور اپنا مفہوم آپ ہی بیان کر رہا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے اپنی غلطت

Marfat.com

اور نشان دکھلا کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور اپنے دعوے کے انکار کرنے والوں کو وہ اِس بناء پر کافر کہتے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے ایک دوسری توجیہ ہے۔ کہ وہ اُس شخص کو جو انہیں نہیں مانتا اِسی بناء پر کافر کہتے ہیں کہ وہ انہیں مفتری سمجھتا ہے۔

اور چونکہ وہ مفتری نہیں ہیں اس لئے وہ کفر اسی پر لوٹتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو جو ماہواری چندہ دینے کا حکم دیا ہے۔ اور اِس سلسلہ میں اُن کی طرف سے جو فرمان شائع ہوا ہے۔ اور جس کا حوالہ اُوپر دیا جا چکا ہے اُس کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ حکم اللہ تعالیٰ سے مطلع ہوکر دیا ہے۔ گویا یہ حکم دراصل ان کا حکم نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک ربانی حکم ہے۔ اور اِس ربانی حکم کی تعمیل نہ کرنے والے کو مرزا صاحب نے منافق کہا ہے۔ اب اگر مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ وہ مرتد اور ملعون ہے تو اس سے اُن کے اِس حکم کے نتیجہ پر کہ وہ منافق ہے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ منافق کو خداوند تعالیٰ نے کافروں کی ذیل میں شامل کیا ہے۔ بلکہ بہت بڑا کافر کہا ہے۔ اِس لیے قاصر کو سوائے اُس کے کہ اُسے مرتد اور ملعون سمجھا جائے۔ اور کیا کہا جائے گا۔ کیونکہ اس کا بیعت سے خارج ہو جانا بھی مثل ارتداد ہے۔

اگر مرزا صاحب کے باوجود اُسے منافق کہنے اور بیعت سے خارج کرنے کے گواہ مدعا علیہ کے نزدیک پھر بھی وہ مسلمان رہتا ہے۔ تو اُس کے یہ معنے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کو نبی اللہ نہیں مانتا۔ کیونکہ نبی کے حکم کی تعمیل عین خدا کی تعمیل ہوتی ہے۔ اور اس کی ناراضگی موجب غضب الٰہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دیتے وقت مرزا صاحب نے بھی اپنے مرتبے کو پوری طرح مدِنظر نہیں رکھا۔ اور اپنی طاقت کے ساتھ خدا کی طاقت کو بھی شامل

Marfat.com

کرنے کے باوجود قاصر کو صرف یہی سزا دے سکتے ہیں۔ کہ اُسے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ حالانکہ خدا نے نبی کی وہ شان بنائی ہے کہ اُس کے حکم کی عدم تعمیل تو بجائے خود اُس کے آگے اونچا بولنے سے بھی تمام اعمال کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور عدم تعمیل احکام تو دین و دنیا میں کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اِس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے۔ کہ زکوٰۃ کے متعلق بھی اِس قسم کا کوئی شرعی حکم نہیں۔ جس حکم کا حوالہ گواہ مدعا علیہ نے دیا ہے۔ وہ رسول اللہ صلعم کے خلیفہ اوّل کا ہے نہ کہ خدا اور اُس کے رسول کا۔ گواہ مدعا علیہ کا اِس بارہ میں مرزا صاحب کا حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ مقابلہ کرنا مرزا صاحب کے مرتبہ کی اور تنقیص ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ انہیں نبی مانتا ہے۔ اور پھر ان کے احکام کے مقابلہ میں ایک غیر نبی کے احکام پیش کرتا ہے۔ یہ معمہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں نے مرزا صاحب کو باوجود نبی ماننے کے اُن کی کیا شان سمجھ رکھی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ حکم زکوٰۃ پر مستزاد ہونے کی وجہ سے ایک نیا حکم ہے۔ اور اِس بنا پر مرزا صاحب اپنی بیان کردہ تعریف کی رو سے بھی شرعی نبی ہوئے ہر حکم انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نافذ ہونا بیان کیا گیا ہے اور خود مدعا علیہ کی طرف سے اُسے ایک ربانی حکم ہونا مانا گیا ہے۔ اور پھر اُس کی سزا بھی محض دنیاوی مقرر نہیں بلکہ قاصر کو منافق قرار دیا جا کر اور مرتد بنایا جا کر اُسے عذاب آخرت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ تو ان حالات میں کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔ بلکہ محض انفاق فی سبیل اللہ میں ایک ترغیب ہے۔ اگر نبیوں کے احکام کی اِسطرح تعبیر کیجانی لگے۔ تو پھر نبی اور رسولوں کے احکام تو بجائے خود احکام خداوندی کی بھی کوئی معقیقت نہیں رہتی اور

Marfat.com

نبوت کا تمام سلسلہ ہی ایک بے معنی سی چیز دکھائی دینے لگتا ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی ان تحریروں سے جنکا اُوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ نتیجہ درست طور پر اخذ کیا گیا ہے۔ کہ وہ صاحب شریعت نبی ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ گو بعد میں اُنھوں نے اپنے اِس دعوے میں کامیاب ہونیکی صورت دیکھ کر اس پر زیادہ زور نہیں دیا۔ اور اپنے ان اقوال کی جن سے اُن کے صاحب شریعت نبی ہونے کے نتائج اخذ ہوتے مختلف توجیہیں شروع کر دیں۔

اِس کے بعد مدعا علیہ کیطرف سے مرزا صاحب کے قیامت۔ نفخ صور۔ اور حشر اجساد وغیرہ اعتقادات کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ گو اہان مدعیہ کیطرف سے ان عقائد کی نسبت جو اعتراضات وارد کیے گئے ہیں۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان عقائد کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے درست ہے۔ ان عقائد کے متعلق زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں صرف یہ لکھدینا کافی ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر تو ان عقائد کے متعلق ان کی رائے ایک ذاتی رائے تصور ہو گی۔ اور اس سے اختلاف کیا جانا ممکن ہو گا۔ اور اگر انہیں نبی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر ان کی رائے تعلیم وحی کا نتیجہ شمار ہو کر قابل پابندی ہو گا۔ اور اُس صورت میں اُس سے ذرا بھر اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ اختلاف کرنے والا عاصی سمجھا جاوے گا ان کے نبی ہونے کیصورت میں ان کے یہ عقائد اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے تحقیق طلب ہوں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس صورت میں ان کے خلاف فتوے کی صورت بھی بدل جائے۔ مگر ان کے مدعی نبوت ہونے کی حالت میں ان کے یہ عقائد جمہور اُمت کے عقائد کے خلاف ہونے کے باعث وجوہات تکفیر میں مزید اضافہ کا سبب بن سکیں گے۔

اب ذیل میں توہین انبیاء کے سلسلہ میں مدّعیہ کیطرف سے پیش کردہ دلائل کا جو جواب مدعا علیہ کیطرف سے دیا گیا ہے۔ وہ درج کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مدعا علیہ کیطرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں بھی اِس پاک گروہ کا ایک فرد ہوں پھر کیونکر اُن کی توہین کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ توہین اس کی اپنی توہین ہوگی۔

اصول کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اِس کا فیصلہ مرزا صاحب کے اقوال سے ہوتا ہے۔ گو اہانِ مدعیہ کے بیانات میں اس کی مفصل بحث پائی جاتی ہے اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے جن اشعار کو باعثِ توہین قرار دیا گیا ہے۔ اُس سے کوئی توہین پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ مرزا صاحب کی اِن اشعار سے مُراد یہ ہے کہ جام عرفان الہٰی اور ایقان ہر نبی کو دیا گیا تھا۔ اور خُدا وند تعالےٰ نے وہ پُورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔ اور کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہٰی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا ہے وہ آنحضرت صلعم کے اتباع سے بطریق وراثت ملا ہے۔

مرزا صاحب پر یہ غلط اتہام لگایا گیا ہے۔ کہ اُنہوں نے آنحضرت صلعم کی بھی توہین کی ہے۔ بلکہ آپ کی کتب آنحضرت صلعم کی تعریف سے پرُ ہیں۔ جن آیات قرآنیہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اُوپر چسپاں کی ہیں ان کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اہلحدیث نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ ان آیات کا مورد نزول و مخاطب وہ ہیں۔ بلکہ ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مُراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے۔ اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں۔ جنکو خدا وند تعالےٰ نے ان کمال کا محل ٹھیرایا ہے۔

لیکن یہ جواب اس وقت کے متعلق ہے۔ جتبک کہ مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوۃ نہیں کیا تھا۔ مدعا علیہ کیطرف سے کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب پر یہ الزام

Marfat.com

بھی غلط لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے عین محمد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صاف طور پر کہا ہے۔ کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ میں ان کا ظل ہوں۔ اور وہ اصل ہیں۔ میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کے اتباع میں اسقدر فنا ہوا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ اور بزرگان دین نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہیں میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں۔ کہ تابع اور متبوع یعنے نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اوّل آخر ہونے کے مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں عین محمدؐ ہوں بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی رُوحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا۔ کہ جو خلق۔ ہمت۔ ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور ظاہری طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جاوے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔ لیکن صوفیا نے اس مقام کو عینیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس پر بھی مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس استدلال کو مدعیہ کے پیش کردہ استدلال کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے اس شعر سے کہ لہٗ خسف القمر المنیر وان لی سے آنحضرت کی توہین نہیں نکلتی کیونکہ اگر مرزا صاحب کیلئے چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا۔ تو وہ اس لئے تھا کہ احادیث کی کتب میں سچے مہدی کی علامات میں سے یہ قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلعم کیطرف منسوب ہوگا۔ مگر مدعیہ کا استدلال اس پر نہیں کہ مرزا صاحب نے چاند گرہن کے نشان کو اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اس کیطرف سے توہین کا موجب یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس شعر میں رسول اللہ صلعم کے معجزہ شق القمر کا استخفاف کیا گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کے معجزات کے متعلق مدعیہ کیطرف سے مرزا صاحب کے جن اقوال پر اعتراض کیا گیا ہے اُس کا مدعا علیہ کیطرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے دوسری کتاب میں جہاں آنحضرت صلعم کے تین ہزار معجزات بتلائے ہیں۔ وہاں اپنی پیش گوئیاں سو کے قریب لکھی ہیں۔ اور آپ نے اپنے دس لاکھ ایسے نشانات بتلائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلعم کے شمار کئے جاویں تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

مدعیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ معجزہ خرق عادات ہوتا ہے اور مرزا صاحب نے اپنے نشانات کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ اول درجہ کے خرق عادت ہیں۔ اس لیے ان نشانات کو بھی معجزات ہی شمار کیا جائیگا۔ ہر دو فریق کے دلائل اس بارہ میں مسل پر موجود ہیں۔ ان سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ صداقت کس میں ہے۔ میں ان سوالات پر اس لیے بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی ذات کے متعلق ہیں۔ اور امر مابہ النزاع سے ان کا بہت تھوڑا تعلق پایا جاتا ہے۔ اسطرح مدعا علیہ کا یہ ادعا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت یوسف اور حضرت آدم علیہ السلام کی بھی کوئی توہین نہیں کی۔ اس کے بعد پھر اس کیطرف سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین کے سلسلہ میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جہاں عیسٰی علیہ السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے متبع اور اُمتی ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ حضرت موسٰے نے بھی یہ خواہش کی تھی۔ کہ وہ رسول اللہ صلعم کی اُمت میں سے ہوں۔ اور دوسرے شعراء اور صوفیا کے اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے متبع ہونے کے باعث حضرت عیسٰی پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے آئے ہیں۔ مگر اُسے توہین نہیں سمجھا گیا۔ اور اس ضمن میں شیخ محمود الحسن صاحب کے چند اشعار جو اُنہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھے ہیں درج کئے جا کر یہ بحث کیگئی ہے۔ کہ ان اشعار سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی۔ پھر مرزا صاحب کے اشعار

Marfat.com

سے کیونکہ توہین اخذ کی جاتی ہے۔
اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے دیا ہے کہ جو مدعیہ اشعار ہوں وہ تحقیقی نہیں ہوتے۔ بلکہ البشر کی کلام میں اٹکل کے ہوتے ہیں۔ اور شاعرانہ محاورہ نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی۔ تو وہ عقیدہ ہوگا۔ اور تحقیق ہوگی۔ اور وہ کسی طرح اٹکل نہ ہوگی حقیقت حال ہوگی۔ نہ کم نہ بیش۔ بشر انتہائی حقیقت کو نہیں پہنچتا۔ تخمینی لفظ کہتا ہے۔ اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ شاعرانہ نوع تعبیر عام اطلاقی الفاظ نہیں۔ اور وہ تخمینہ پر عبارت کہدیتے ہیں۔ جو اس پاس ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور ضمیر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔
جھوٹے اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ جھوٹا کوشش کرتا ہے۔ کہ میری کلام کو لوگ صحیح مان لیں۔ اور شاعر کی اصلا یہ کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ حاضرین بھی میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو دوسرے وقت وہ اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ اور ایسے وقائع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں۔ مبالغہ شاعروں کے ہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک قسم ہے کلام کی۔ جو فنون علمیہ میں درج ہے۔ اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑا ادا کرنا اور بڑی چیز کو چھوٹا۔ بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو اور نہ مخلوق کو منوانا ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے کہ جس سے مغالطہ پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے تو وہ اور جہان کا ہے اور حضرت شاعر اور جہان میں۔
چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ علاوہ ازیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب نے شاعری کا شیوہ کس طرح اختیار فرمایا۔ اور کیوں انہیں اس معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات علیہ سے بطور ظل کے حصہ نہ ملا۔ کیونکہ

Marfat.com

حضور کے متعلق قرآن مجید کی سورۃ یٰسین میں فرمایا گیا ہے کہ وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ - اور سورۃ شعراء میں شعراء کی مذمت کیجا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ الم تر انہم .... یفعلون - اِس حکم کے تحت میں تو مرزا صاحب کے نہ صرف وہ اقوال جو اشعار میں درج ہیں - بلکہ کوئی قول بھی معتبر نہیں رہتا -

مدعیّہ کے اِس اعتراض کے جواب میں کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے کہا ہے - مدعا علیہ کیطرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی خلق کو مانتا ہوں - ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالےٰ کیطرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا - یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا - کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مُردہ زندہ کرنے یا پرندے پیدا کرنے کو تسلیم کیا جاوے - تو اس سے خدا تعالےٰ کی خلق اور اُس کا احیاء مشتبہ ہو جائیگا - اور عمل ترب کے متعلق وہ اپنے ایک الہام کے حوالہ سے یہ لکھتے ہیں - کہ یہ عمل الترب ہے - جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں - آپ نے اس عمل کو اپنے لئے - اس لئے پسند نہ کیا کہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھلانے کی ضرورت نہ تھی - اور حضرت مسیح کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اِس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کیوجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے - باذن و حکم الٰہی اختیار کیا تھا - ورنہ انہیں بھی یہ عمل پسند نہ تھا -

اِس جواب کے متعلق بھی مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں - ہر دو فریق کیطرف سے اِس بارہ میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے اِس سے ہر دو کے دلائل کا موازنہ کیا جا سکتا ہے -

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق مرزا صاحب کے جو دیگر اقوال ان کی کتب دافع البلاء اور ضمیمہ انجام اٰتھم وغیرہ سے پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان میں بہت ہی سب و شتم درج ہے - ان کی

Marfat.com

بابت مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے کہ ان میں عیسائی مخاطب ہیں۔
اور ان اقوال میں ان لوگوں کے اعتقادات کے مطابق جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ انہیں الزامی جواب دیئے گئے ہیں اور فن مناظرہ میں اس قسم کی روش عام طور پر اختیار کی جاتی ہے۔ اور اس کی تائید میں مدعا علیہ کیطرف سے دیگر علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کے ان اقوال کو اگر سیاق سباق عبارت سے ملا کر دیکھا جاوے تو مدعا علیہ کا یہ جواب حقیقت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان دشنام آمیز الفاظ کو سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے اپنی شہادت میں لسبلسلہ توہین عیسٰی علیہ السلام بیان نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں موجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں نے اس چیز کو لیا ہے۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے۔ اور اسے حق کہا ہے۔ اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیے ہیں اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا۔

میں نے مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کی زبان پر کی ہے۔ اور نہ ہی وجہ ارتداد میں تعریض کو لیا ہے۔ بلکہ جس ہجو کو انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا۔ اور جس ہجو کو اپنی جانب سے حق کہا۔ وہ اسے وجہ ارتداد سمجھتے ہیں۔ اور اس ضمن میں انہوں نے مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال داخل کئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اور کہا ہے کہ اس سے تعریض اور تصریح دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔
اور یہ کہ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے معجزہ نہیں ہوا۔ اس سے صریح عیسٰی علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے کیونکہ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے

Marfat.com

فیصلہ کے الفاظ ہیں شاہ صاحب کی یہ رائے مبنی حق شناسی پر مبنی ہے۔ اور جن اقوال سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا نتیجہ نکالا ہے۔ ان سے واقعی ان کی توہین اخذ ہوتی ہے۔ باقی رہا کسی نبی کا دوسرے نبی سے افضل ہونیکا سوال اس کے متعلق شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے اوپر جواب دیا جا چکا ہے۔

چھٹی وجہ تکفیر بیان کردہ گواہان مدعیہ کا مدعا علیہ کیطرف سے یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ تمام اُمتِ محمدیہ مشرک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا حوالہ گواہان مدعیہ کیطرف سے دیا جا کر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا ہے۔ اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ اُنہوں نے عمداً غلطی نہیں کی۔ اور انہوں نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو مبداء شرک یا منجر الی الشرک قرار دیا ہے۔ اور اس کو شرک عظیم کہنا باعتبار مایؤل الیہ کے ہے۔ اور اس امر کو حق بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ حیاتِ عیسیٰ کے مسئلہ پر فریقین کو بحث کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی جس قسم کی حیات کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ وہ ادراکِ انسانی سے باہر ہے۔ اس لئے اُسے امرِ واقع کے طور پر ثابت کرنا ایک لاحاصل سعی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی رُو سے اِس ظاہر زندگی کے علاوہ ایک اور قسم کی زندگی بھی ہے۔ جس کو انسانی فہم اور عقل احاطہ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور اس کے ہاں انہیں رزق ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت لا تحسبن الذین قتلوا .... من فضلہ پارہ ۴۔ رکوع ، .... سورہ آل عمران مُدعیہ کیطرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مرزا صاحب نے ایک لفظ فذیتہ البغایا استعمال

Marfat.com

کر کے تمام مسلمانوں کو ولدالزنا قرار دیا ہے۔ اس کا جواب مدعا علیہ کیطرف سے یہ دیا گیا ہے کہ ذریتہ البغایا کے معنے وہ نہیں جو فریق مخالف نے لئے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کیلئے کوئی قرنیہ موجود نہیں۔ ظاہر میں اس کے معنے ایک تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور اور ناشائستہ آدمی جن کی حالت یہ ہے کہ اُن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ انہیں قبول نہ کریں گے۔ یا یہ کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔ یعنے مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لیکر شہر بشہر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ بغایا کے معنے ہراول کے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں۔ یا نہوں۔ لیکن اس پر بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لفظ کے استعمال اور طرز خطاب سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہاں اس لفظ سے کیا مراد ہے۔

مرزا صاحب اپنے مکذبین اور منکرین کو کافر کہنے سے مدعیہ کیطرف سے جو انہیں کافر کہا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ جو شخص انہیں نہیں مانتا وہ انہیں مفتری قرار دیکر نہیں مانتا۔ اس لیے ان کی تکفیر کیوجہ سے وہ خود کافر بنتا ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول جواب نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اگر واقعہ میں کافر ہو تو اُسے کیوں کافر نہ کہا جاوے۔ اسطرح تو کسی پر بھی کفر کا فتوے نہیں لگایا جا سکتا۔ کیونکہ اُسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے سچے یا جھوٹے نبی ہونے کے متعلق اوپر بحث کی جا چکی ہے۔ لہذا ان دلائل کی رو سے اگر کوئی شخص ان کو کافر کہتا ہے تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود پھر کیونکر کافر ہو جائے گا۔ اور اگر بالفرض محال یہ رائے درست بھی ہو۔ تو پھر صرف ان لوگوں کو کافر کہنا چاہیئے۔ جو مرزا صاحب کو کاذب یا کافر کہیں جو ان کی نہ تکذیب کرتے ہیں اور نہ تکفیر۔ انہیں کیوں کافر کہا جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہیں کافر کہنے

Marfat.com

کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کو مفتری جان کر کافر کہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی وجہ خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب فتاوٰے احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۶۹ پہ یہ بیان کی ہے کہ کسی کا کوئی عمل میرے دعوے اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہو سکتا۔ پھر آگے اُس کتاب کے صفحہ ۳۰۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ بہرحال حکم خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ایک شخص کو جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔ اِن عبارات سے صاف اخذ ہوتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا خواہ ان کو کافر کہے یا نہ کہے وہ مسلمان نہیں۔ اور اُس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہے۔ مدعا علیہ کے گواہان نے ریاست ہذا کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے اور یہ دکھلانے کیلئے کہ گواہان مدعیہ نے مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کے خلاف فتوے تکفیر محض اپنے بغض اور عناد کی بنا پر اور اپنے بزرگان کے اقتدار کا خوگر ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کے مُنکر نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمۃ کہ جن کا نہ صرف ریاست بہاولپور کا ایک حصّہ معتقد اور مُرید ہے۔ بلکہ جن کے سندھ۔ بلوچستان۔ اور پنجاب میں بھی بکثرت مُرید پائے جاتے ہیں کی ایک کتاب اشاراتِ فریدی سے یہ دکھلایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا صاحب کسی عقیدہ اہلسنت والجماعت اور ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں پائے جاتے۔ بلکہ آپ اُن کے متعلق یہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے تمام اوقات خدا تعالےٰ کی عبادت میں گذارتے ہیں۔ اور حمایتِ دین پر کمربستہ ہیں۔ اور کہ علمائے وقت تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ اِس نیک آدمی کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو اہلسنت والجماعت میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔

اور خواجہ صاحب کی اِس تحریر پر بڑی شرح اور بسط سے بحث کیا گیا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے اپنے ہی ہیں۔ اور اُنھوں نے مرزا صاحب

Marfat.com

کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مدعیہ کیطرف سے بھی اِس کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھیں تھیں۔ ان میں مرزا صاحب کا دعوٰے نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی ایک تحریر سے جو آپ کی کتاب انجام آتھم صفحہ ۶۹ پر درج ہے پایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب بھی بعد میں مرزا صاحب کے مکفّر اور مکذّب ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اس تحریر میں لکھتے ہیں۔ کہ اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ جن میں سے بعض تو اِس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفّرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔ جو مکفّر اور مکذّب ہیں۔ اور اُس کے ساتھ مرزا صاحب نے ہر دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔ اِس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور کا نام بھی درج ہے۔

فریقین کی اِن بحث ہائے کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایک مقدس اور نیک لوگوں کے گروہ کا نام صوفیائے ہے۔ اِن صوفیائے کرام کو ذکرالٰہی عبادت اور ریاضت سے جو ذوق اور حظ حاصل ہوتا ہے۔ اسمیں ان پر تجلیات الٰہی وارد ہوتی ہیں اور ان کے قلب کی کچھ اِس قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے وہ کچھ غیب کی خبروں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ اسکو وہ الہام یا کشف کہتے ہیں۔ اور بعض صوفیائے کرام نے اُسے مجازی طور پر وحی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں۔ نبی مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اور اُسے اللہ تعالٰے کی جانب سے براہِ راست غیب کی خبروں کی اطلاع دی جاتی رہتی ہے۔ اور اُسے حکم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کے احکام لوگوں تک پہنچائے۔ انہیں قیامت

Marfat.com

کے دِن سے ڈرلئے - اور آئندہ زندگی کے حالات سے مطلع کرے - اور
جس ذریعہ سے انہیں یہ اطلاع ہوتی ہے - اُسے وحی کہا جاتا ہے - اور
وحی کی یہ اصطلاح انبیاء کیلئے ہی مختص ہے - دوسری جگہ اگر یہ لفظ
استعمال کیا جاتا ہے - تو اس سے مجازی یا لغوی معنے لئے جاتے ہیں انبیاء کو
یہ وحی تین طریق پہ ہوتی ہے - یا تو اللہ تعالےٰ کوئی بات کسی نبی کے دل میں
ڈال دیتا ہے - یا فرشتوں میں سے کوئی قاصد بھیجکر اُس کے ذریعہ سے مُطلع
فرماتا ہے - یا پس پردہ خود کلام فرماتا ہے - یہ وحی چونکہ دخل شیطانی سے
منزہ ہوتی ہے - اس لئے اُسے قطعی سمجھا جاتا ہے - اور اس کا نہ ماننا کفر ہے
اولیاء کا الہام یا کشف گو دخل شیطانی سے پاک بھی ہو تاہم نہ وہ قطعی ہوتا ہے
اور نہ ہی دوسروں پہ کوئی حجت ہوتا ہے بلکہ الہام اور کشف کے ذریعہ قرآن مجید کے
معارف اور اسرار سمجھائے جاتے ہیں - اور اس سلسلہ میں بعض اکابر صوفیائے
کرام پہ آیات قرآنی کا نزول بھی ہوتا ہے - اِن آیات کو وہ اپنے اُوپر چسپاں نہیں کرتے
بلکہ جیسے کسی سیّاح کو دورانِ سیاحت میں اعلےٰ مقامات دکھلائے جاویں -
اس طرح ان کو اعلیٰ مراتب روحانی کی سیر کرائی جاتی ہے -

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جب اس میدان میں گامزن ہوتے - اور اُن
پہ مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا - تو وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے
اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر اُنہوں نے
سابقہ اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھلانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک
اصطلاح تجویز فرمائی - جب لوگ یہ لفظ سن کر چونکنے لگے تو اُنہوں نے یہ کہکر
انہیں خاموش کرنا چاہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو - آنحضرت صلعم کے اتباع سے جس مکالمہ
اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو - بس اُس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت
رکھتا ہوں - یہ صرف لفظی نزاع ہے - سو ہر شخص کو حق حاصل ہے - کہ وہ
کوئی اصطلاح مقرر کرے - گویا اُنہوں نے نبی کے لفظ کو برعکس اس کی اصل

Marfat.com

اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور پر کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا۔ اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالٰی کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے اس پر انہوں نے پھر یہ کہکر انہیں خاموش کیا۔ کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں بلکہ اس معنے میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت صلعم کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے ظلی اور بروزی نبی ہوں۔ اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ اور شدہ شدہ تشریعی نبوت کے دعوئے کا اظہار کر دیا۔ لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی۔ تو انہوں نے اس دعوئے کو ترک کر کے اپنا مفر نزول عیسٰی علیہ السلام کی احادیث میں جا تلاش کیا۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں کسی شخص کو نبوۃ کا درجہ عطا کیا جائیگا۔ نہ یہ کہ حضرت مسیح ناصری واپس آئیں گے۔ مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ اور نا معلوم اس نے بطور خود یا مرزا صاحب کی کسی تحریر کی رُو سے یہ بیان دیا ہے۔ کہ احادیث میں جو عیسٰی ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلعم سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے۔ اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم سے بھی۔ اس کی مثال اُس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دیکر یہ دی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک رؤیا کی بناء پر یہ سمجھا کہ وہ ہجر یمامہ کیطرف ہجرت فرمائیں گے۔ لیکن آپ جس وقت

Marfat.com

مدینہ کیطرف ہجرت کر کے تشریف لیگئے تو اِس وقت آپ پر اِس پیش گوئی کی حقیقت کھلی۔ کہ اِس سے مُراد مدینہ تھا۔ اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونیکے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہوجائے گی۔ اور کہ اُمتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہوجاتا ہے۔ غرض مرزا صاحب نے سابقہ مراحل سے گذرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوئی کا اظہار شروع کر دیا۔ اور نبوۃ کو پھر ایک ایسا گورکھ دھندہ بنادیا۔ کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی اُن کے اپنے متبعین جیساکہ اُوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ اُن کے مرتبہ کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ باللہ اُن کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جب خداوند تعالےٰ نے یہ محسوس فرمایا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہوگئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کیلئے اور مرزا صاحب کو نبوۃ کا مرتبہ عطا فرمانے کیلئے اللہ تعالےٰ نے بقول مرزا صاحب پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق تھیں۔ مرزا صاحب کیطرف پھیر دیا۔ اور پھر اُنہیں کبھی مریم بنایا اور کبھی عیسٰی اور اس کے بعد بارش کیطرح وحی کر کے یہ جتلایا کہ عیسٰی ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اب تم بلا خوف وخطر نبی ہونے کا دعوےٰ کر دو۔ اور جہاں پہلے وہ فاستمع لما یوحی اور یا ایہا المدثر قم فانذر کی تحکمانہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چوکنا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا صاحب کیلئے اُسے نعوذ باللہ مختلف حیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا صاحب کے اس طرز عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں نبوت کے عہدے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ اُس نے پہلے تو مرزا صاحب کے لئے نبوت کی اصطلاح تجویز فرمائی۔ پھر وہ جب اُس سے خوش نہ ہوئے تو اُن کو نبی کا خطاب عطا فرما دیا۔ جیسا کہ نواب اور راجہ کے خطابات گورنمنٹ سے ان

Marfat.com

لوگوں کو بھی عطا فرماتے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا صاحب کی اس سے بھی تشفی نہ ہوئی باوجودیکہ اللہ تعالے انہیں یاولدی بھی فرما چکا تھا۔ اور اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم کو چونکہ اللہ تعالے قرآن مجید میں خاتم النبین کہہ چکا تھا۔ وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے خفا نہوں۔ مرزا صاحب کو آپؐ کا ظل بنا دیا گیا۔ اور آخر کار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دیکھی اور یہ بھی خیال آیا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آخر زمانہ میں بھیجوا نیکا وعدہ ہو چکا ہے۔ تو انہیں مار کر مرزا صاحب کو نبی بنا دیا گیا۔ استغفر اللہ۔

گواہ مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے کہ مرزا صاحب سے یہ غلطی نہوئی ہو گی۔ خصوصاً جبکہ مرزا صاحب رسول اللہ صلعم کے ظل بھی ہیں۔ غیر اغلب ہے کہ اصل کی فطرت ظل کی فطرت پر اثر انداز نہوئی ہو۔ اور علاوہ ازیں مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت صلعم سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ خداوند تعالے کی کئی سال کے متواتر وحی کے بعد اُنہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اُنہوں نے وحی الٰہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعوٰے نبوت کر دیا ہو۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں اُمتی ہونے کے وقت نزولِ مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ جتلایا گیا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ امتی کو وقوع کے وقت تحقق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔ گواہ مذکور نے رسول اللہ صلعم کی جس حدیث کا حوالہ دیکر یہ کہا ہے آپ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ حجت اُس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ کے حجر یمامہ کیطرف تشریف لیجاتے اور پھر وہاں سے

Marfat.com

مدینہ عالیہ کیطرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ کا صرف ایک خیال تھا۔ جو وقوع میں نہ آیا۔ اور اس رویا پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیت ایزدی میں مقدر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر نبی کو کسیطرح غلط فہمی ہو بھی جائے۔ تو اللہ تعالےٰ کیطرف سے اُسے فوراً رفع کردیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جاتے۔ اور نہ خود نبی بیاور نہ اُس کے کامل متبعین پر اس کا انکشاف ہو۔ اس لیے یہ کہنا بڑی دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ صلعم سے نزول عیسٰی علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے پھر اخیر عمر میں جاکر اپنے دعوے کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جاکر قائم کیا۔ جس سے اُنہوں نے اپنے دعوے کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ اُن کے اس خط سے جو اُنہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے اس میں درج ہے کہ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیش گوئی کرنیوالا ان تمام واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہوجاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ اور پھر سب اقوال میں اسقدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے۔

اور خود مرزا صاحب کی ایسی پریشان خیالی ہے۔ اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے۔ کہ جس سے نتیجہ گڑبڑ ہے اور ان کو بوقت ضرورت مخلصی اور مفر باقی رہے چنانچہ کہیں وہ تو ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنے کیساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں۔ اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسٰی علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ

Marfat.com

کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں۔ اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں۔ اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔
ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے اور خاتم النبین کے جو معنے مدعا علیہ کیطرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے صحیح معنے وہی ہیں جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔ مدعا علیہ کیطرف سے اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنے ہیں اور ایک باطنی اور کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں۔ اور باوجود قوی نہونے کے اس کی مُراد میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ صلعم کے دل میں تھا۔ وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملاً ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کی مراد وہ ہے کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور اُدلہ شرعیہ سے علماء شریعت سمجھ لیں۔ اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں اور بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالے اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کردے۔ اور بہتوں سے وہ مخفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی بطن جو مخالف ظاہر کے ہو۔ اور قواعد شریعت رد کرنے ہو وہ مقبول نہ ہوگا۔ اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دیگا۔ حاصل یہ ہے کہ ہم مکلف فرمانبردار بندے اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں۔ اور بطن کو سپرد کردیں خدا کے۔ تاویل کے متعلق ان کا یہ جواب ہے کہ اخبار احاد کی تاویل اگر کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے۔ تو اس کے قائل کو بدعتی نہیں کہیں گے۔ اگر قواعد کی رُو سے صحیح نہیں تو وہ خاطی ہے۔ آیات قرآنی متواتر ہیں۔ اور قرآن و حدیث جو نبی کریم سے ہم تک پہنچا اس کی دو جا نبین ہیں۔ ایک ثبوت کی۔ دوسری دلالت کی۔

Marfat.com

ثبوت قرآن کا متواتر ہے۔ اِس تواتر کا اگر کوئی اِنکار کرے۔ تو پھر قرآن کے ثبوت کی اِس کے پاس کوئی صورت نہیں۔ اور ایسا ہی جو شخص تواتر کی صحّت کا انکار کرے۔ اُس نے دین ڈھا دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے جس کا معنے یہ ہے۔ کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔ اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جاتے۔ کہ مدلول یہی ہے۔ تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا بسم اللہ سے لیکر والناس تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں ظنیت ہے اور کہیں قطعیت لیکن قرآن کے معنے سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں تاویل اوامر ونواہی میں ہو سکتی ہے اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے بیان کیا ہے۔ اِس بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے۔ اور اُس کے بطن کے معنے ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین بمعنے آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں۔ اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اِس لیے مذکورہ بالا معنے سے انکار کفر ہے مدعا علیہ کیطرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنیوالے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اور جن مسائل کی بناء پر اُس نے ایسا کہا ہے۔ وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے۔ کہ خاتم النبین کے جو معنے مدعیہ کیطرف سے کئے گئے ہیں۔ اور اس کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اِس عقیدہ سے انحراف وارتداد کی حد تک پہنچتا ہے۔ اور کہ آنحضرت کے بعد عہدہ نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے۔ اور اُن کے نبی نہ ہونے کی تائید میں ایک یہ امر بھی ہے۔ کہ اُن کے متبعین میں سے ایک گروہ جو لاہوری کہلاتے ہیں۔ انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا ان کے مخالف جملہ فرقوں کے نزدیک اور ان کے ایک موافق فرقہ کی رائے میں رسول اللہ

Marfat.com

صلعم کا خاتم النبیین یعنے آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ اس لیئے مرزا صاحب کی نبوت کا دعوئے کسی حالت میں بھی درست نہیں۔ ظلی اور بروزی نبی اگر آنحضرت صلعم کے کمال اتباع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا صاحب کے آنے سے قبل کئی آ چکے ہوتے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کو درجہ کمال بھی اس وقت حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ اس قسم کے اور کئی نبی پیدا ہو چکے ہوتے۔ کیونکہ ہر جنس کا کمال اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کے اور ناقص افراد موجود ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم بھی اسی لیئے افضل الانبیاء ہیں کہ سلسلہ رسالت اور نبوت میں دیگر انبیاء منسلک ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء ظاہر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ وہ ولایت ختم کر چکے۔ لیکن اس سے وہ ولی ہی شمار ہوں گے۔ نبی نہیں سمجھے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افاضہ روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجۂ کمال حاصل ہوتا۔ مدعیہ کیطرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحیں دراصل الفاظ ہی الفاظ ہیں ورنہ دراصل مرزا صاحب کی مُراد اس سے اصل نبوّت سے ہے جیسا کہ اُس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے کی کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ مغالطہ پیدا کرنے کیلئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ اُن کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔ مرزا صاحب نے یہ بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اسلام میں ایک فتنہ کی بنا ڈالی ہے۔ اور ناممکن نہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص دعوئے نبوت کرے۔ ان کی کارگزاری کو بھی ملیا میٹ کر دے۔ اس طرح مذہب سے امان اٹھ جائیگی۔ اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تمسخر بن جائے۔ اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین کے قائم نہ رہے گی۔ اس لیئے بھی رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صحیح میں سے ہونے کے از بس ضروری ہے۔ مرزا صاحب رسول اللہ

Marfat.com

صلعم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ اس لیئے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے۔ جس کی آجتک اُمتِ مرحومہ پابند چلی آئی ہے خدا کا تصوّر اس نے تیندوے سے تشبیہ دیکر ایسا پیش کیا ہے کہ جو سراسر نصّ قرآنی کے خلاف ہے۔ اور اسیطرح یہ بیان کر کے کہ خدا خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی۔ اور روزے رکھتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے۔ اُنھوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ کہ جو سراسر نصوص قرآنی کے خلاف ہے۔ اُنھوں نے آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ھوالذی ارسل رسولہ الخ کے متعلق اُنھوں نے یہ کہا کہ اس میں میرا ذکر ہے۔ اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی۔ اسیطرح اور کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے اس سے بھی رسول اللہ صلعم کی توہین کا نتیجہ درست اخذ کیا گیا۔ اس طرح ان کے بعض اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اور حضرت مریم کی شان میں مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے۔ اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ اور جس کا مدعا علیہ کیطرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا صاحب کو کافر قرار دینے کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ مدعا علیہ کیطرف سے مرزا صاحب کی بعض کتب کے حوالے دیئے جاکر یہ کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہوگئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثنا خوانی بھی کی ہو۔ تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین

Marfat.com

کے قواعد مسلمہ اس پہ شاہد ہیں۔ کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گذاری کرے۔ اور مدح و ثناء کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کردے۔ تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔

مدعا علیہ کیطرف سے دیگر صوفیائے کرام کے بعض ایسے اقوال جو مرزا صاحب کے بعض اقوال کے مشابہ ہیں بیان کئے جاکر یہ کہا گیا ہے۔ کہ ان اقوال کی بناء پہ پھر ان بزرگان کو کیونکر مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب بالفاظ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولیاء اللہ کو اُن کی طہارت۔ تقوے اور تقدس کی خبریں سُنکر اور ان کے شواہد افعال و اعمال اور اخلاق سے تائید پاکر ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ اور قرائن اور نشانیوں سے جو خارج مبحوث عنہ سے ہوں یعنے انہی شطحیات سے ان کی ولایت ثابت نہ کرتی ہو۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہو۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد کہ ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی۔ اور ہم اس تسلیم میں صواب پہ تھے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مغائر یا موہم ہمارے سامنے پڑتا ہے۔ تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس کی توجیہہ کریں۔ اور محل نکالیں اور یہ کہ اس کا ٹھکانہ کیا ہے۔ شطحیات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پہ ولایت کا گھمگھٹ جمانا نافہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راستبازی اگر جدا گانہ تجارب سے اور جو طریقہ راستبازی ثابت کرنے کا ہے۔ ثابت ہوتی ہو۔ تو پھر اگر کوئی کلمہ موہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آگیا۔ تو منصف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے۔ اور محل نکالیں گے۔ یہ عاقل کا کام نہیں ہے۔ کہ راستبازی کسی کی ثابت ہو نیسے پیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلم النبوت مقبولوں پہ قیاس کرے۔ اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہوگا۔ کہ فلاں کی راستبازی جداگانہ اگر ہمیں کسی طریق اور دلیل سے معلوم ہے۔ تو ہم محتاج توجیہہ ہوں گے۔ اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے۔ ہی نہیں۔ تو ہم یہ کھوٹی پونجی

Marfat.com

اُس کے مُنہ پہ ماریں گے۔

مدعاعلیہ کیطرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور کہ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اس کو بھی کافر کہنا درست نہیں وغیرہ وغیرہ ان شبہات کا جواب بھی شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خود دیا ہے۔ جو انہیں کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنے نہیں۔ کہ جو قبلہ کیطرف مُنہ کرے۔ وہ مُسلمان ہے۔ چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار ہی کرے۔ قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ تر کافر ٹھیرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ ہی کیطرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔ اہل قبلہ سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہ اتفاق کیا ضروریات دین پر۔ اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ جبتک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

دوسرا شبہ یہ کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنیوالے ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے۔

اس کے جواب میں اُنہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی۔ اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے یہ لوگ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع اور حضوع کی کیفیات بھی ایسی ہونگی کہ ان کے نماز روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے روزے کو بھی ہیچ سمجھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جبکہ بعض ضروریات دین کا انکار اُن سے ثابت ہوا۔ تو اُن کی نماز روزہ وغیرہ ان کو حکم کفر سے رہا نہ کر سکی۔

Marfat.com

تیسرا شبہ یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فقہائے نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جسکی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہو۔ اور صرف ایک وجہ اسلام کی اس کا جواب یہ ہے۔

کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہا کے بعض الفاظ دیکھ لیئے گئے اور اُس کے معنے سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ اور اُن کے وہ اقوال نہ دیکھے جن میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جبکہ قائل کا صرف ایک کلام مُفتی کے سامنے آوے۔ اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو۔ اور نہ اُس کے کلام میں کوئی ایسی تصریح ہو۔ جس سے معنے کفر متعین ہوجائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے۔ اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال ایسا نکل سکے جس کی بناء پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے۔ تو اسی احتمال کو اختیار کرے۔ اور اُس شخص کو کافر نہ کہے لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات والفاظ مختلفہ موجود ہو۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہوجائے۔ کہ یہی معنے۔ معنے کفری مراد لیتا ہے۔ یا خود اپنے کلام میں معنے کفری کی تصریح کردے۔ تو باجماع فقہاء اس کو ہرگز مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ کُفر کسی تاویل کیساتھ کہا جاوے۔ تو کفر کا حکم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی وہی تصریحات فقہا سے ناواقفیت کارکن ہے۔ حضرات فقہائے اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے۔ جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نیا معنے تراشے تو بلاشبہ اُس کو کافر کہا جائے گا۔ اُسے قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے اس کا نام زندیقی رکھا ہے۔ زندیق اُسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے یعنے الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ مرزا صاحب نے جیسا کہ اوپر دکھلایا جاچکا ہے بہت سے اسلامی عقائد

Marfat.com

کے حقائق بدل دیتے ہیں۔ گو ان کے الفاظ وہی رہنے دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو حسب تصریحات مذکورہ بالا کافر ہی قرار دینا پڑے گا۔ اور ان عقائد کے تحت ان کا اتباع کرنے والا بھی اسیطرح ہی کافر سمجھا جائے گا۔

مدعا علیہ کیطرف سے گواہان مدعیہ پر ایک یہ اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے۔ کہ وہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور علمائے دیوبند کے خلاف فتوئے تکفیر شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے ایک شخص جو خود کافر ہو وہ کس طرح دوسرے کے متعلق کفر کا فتوئے دے سکتا ہے۔ اس کا جواب مدعیہ کیطرف سے ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ اس کے تمام گواہان دیوبندی صاحبان نہیں ہیں۔ مثلاً شیخ الجامعہ صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی نجم الدین صاحب۔ دوسرا دیوبندی صاحبان کے خلاف فتوئ تکفیر ایک غلط فہمی کی بناء پر دیا گیا تھا۔ جو بعد میں واپس لیا جا چکا ہے۔ اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو بھی مدعا علیہ کی حجت اس بناء پر صحیح نہیں۔ کہ ان کی رائے کو بطور فتوئے قبول نہیں کیا گیا۔ بلکہ اُن کی پیش کردہ دلائل پر مدعا علیہ کے پیش کردہ دلائل کے مقابلہ میں تنقید کی جا کر رائے قائم کی گئی ہے۔ اس لئے چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ ان کی ذاتی رائے پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کی رُو سے کس فریق کے دلائل صحیح ہیں اور کس کے غلط۔ اس لئے ان کے خلاف اگر کوئی فتوئے تکفیر ہو بھی تو اس معاملہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ مدعا علیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مدراس ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا تھا۔ کہ اس سوال کو عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ علماء اسلام ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لہذا علمائے اسلام کی تحقیق کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ جن لوگوں نے اس مقدمہ میں شہادتیں دی ہیں۔ اور اُس پر فتوئے کفر لگایا ہے۔ وہ خود بھی مسلمان ہیں یا نہ۔ اور اس طرح فیصلہ کرنے والے کا مسلمان ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر دو فریق کا

Marfat.com

او علم ہے کہ وہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن چند اہم اور بنیادی مسائل کے متعلق ہر دو کا اختلاف ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا اس بارہ میں عام دنیاوی اصول کے مطابق رائے اس فرقہ کی غالب سمجھی جائے گی۔ جس میں اکثریت ہو۔ یہ اکثریت بحق مدعیہ پائی جاتی ہے۔ اس لیے فریق مدعیہ کی رائے ہی غالب رہے گی۔ اور اُسے مسلمان اور اقلیت کو کافر سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس قرارداد کے تحت مدعیہ کے کسی گواہ کے خارجی طور پر مسلمان ثابت کئے جانے کی ضرورت نہیں اور فیصلہ کنندہ بھی اس ذیل میں مسلمان شمار ہوگا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ نے اپنی بحث میں جب مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو شرعاً درست تسلیم کر کے اپنے اُوپر حجت مان لیا ہے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ شرعاً عدالت ہذا کا فیصلہ اس پر حجت نہ ہو سکے۔

گواہانِ مدعیہ پر مدعا علیہ کی طرف سے کنایۃً اور بھی کئی ذاتی حملے کئے گئے ہیں مثلاً انہیں علمار سوء کہا گیا۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود ہی ایسے مولویوں کو جو ذریۃ البغایا۔ میں مخاطب ہیں۔ بندر اور سور کا لقب دیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ وہ آسمان کے نیچے سب بدتر مخلوق ہوں گے۔ لیکن ملاحظہ مثل سے ہر عقلمند آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ طرفین کے علماء میں سے ان احادیث کا صحیح مصداق کون ہیں۔

مرزا صاحب کے دعوئے نبوت کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ پر بھی مختصر بحث کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اس لئے بھی نبی سمجھتے ہیں کہ انہیں مسیح موعود ہونے کا بھی دعوٰے ہے۔ اور مسیح موعود کو چونکہ احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب نبی اللہ ہوئے۔ اس کے متعلق جیسا کہ اُوپر دکھلایا گیا ہے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں۔ اور آخر زمانہ میں وہی آسمان سے نزول فرمائیں گے اور وہ چونکہ پہلے سے نبی اللہ ہیں۔ اس لیے پھر بھی نبی اللہ ہوں گے۔ مگر وہ عمل شریعت

Marfat.com

محمدیہ پر کریں گے۔ اپنی شریعت پر نہیں چلیں گے۔ اس کی مثال مدعیہ کیطرف سے یہ دیگئی ہے۔ کہ جیسے کسی دوسرے علاقہ کا گورنر۔ کسی دوسرے گورنر کے علاقہ میں چلا جائے۔ تو وہاں اپنے عہدہ کے لحاظ سے گو وہ گورنر شمار ہوگا۔ لیکن دوسرے گورنر کے علاقہ میں وہ اس گورنر کی حکومت کے تابع ہو کر رہے گا۔ اپنے علاقہ کے قوانین یا آئین پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے رسول اللہ صلعم چونکہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لیے قیامت تک آپ کی شریعت ہی نافذ رہے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شریعت کے تحت عمل پیرا ہوں گے۔

اس مثال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی نبی ہونا تو واضح ہو جاتا ہے لیکن آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں کو نزول مسیح کا عقیدہ بہت عجب معلوم ہوتا ہے۔ اور اُنکے ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ کہ کس طرح ایک شخص کئی ہزار سال کے بعد دنیا میں واپس آسکتا ہے۔ شک نہیں کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بہت کچھ قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ مولینا محمد علی صاحب اپنی کتاب دین و آئین میں لکھتے ہیں۔ اس قسم کے اعتراضات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جواب دینے والے بالعموم یہ روش اختیار کرتے ہیں کہ جن قباحتوں کے چہرہ پہ موجودہ مسلمات کا روغن قائل دیا جاتا ہے۔ ان کو قباحت سمجھنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں دیکھتے اور جب حملہ کیساتھ فلسفہ اور سائنس کا نقارہ بجتا ہوا سن پاتے ہیں اپنے ہوش و حواس کو اس کے مقابلہ پہ قائم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے اور ایک مجرم کیطرح اپنی بریت کی یہی صورت دیکھتے ہیں کہ اپنے فعل کو دلیری کیساتھ حق بجانب ثابت کرنے کی بجائے ہاتھ جوڑ کر اس کے ارتکاب سے انکار کریں۔ اور مذہب کی حمایت میں صرف یہ کہکر دامن چھڑائیں۔ کہ جس مسئلہ پر اعتراض ہے وہ اسلامی اصول میں داخل نہیں۔ مولینا موصوف آگے لکھتے ہیں ایسے اعتراضوں کے ایسے جواب آجکل فلیشن میں داخل ہیں۔ اور جواب دینے والے گو بالیقین کر لیتے

Marfat.com

ہیں کہ تہذیب جدید جس امر پر قبیح ہونیکا فتوٰے صادر کرتی ہے۔ اس میں کوئی حسن باقی نہ رہا ہوگا۔ ان کا بس چلتا ہے تو قرآن اور حدیث پر۔ ان دونوں سے جس طرح بن پڑتا ہے۔ رہائی پانے کی سبیل نکال لیتے ہیں۔ اپنے ذاتی خیالات کو اسلام اور ایسے اسلام کو سب اعتراضوں سے پاک تصور کر لیتے ہیں۔

مسئلہ نزول مسیح بھی اسی قبیل کا ہے۔ کہ جس پر اس قسم کے اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اُسے اس پر یقین رکھنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک شخص کو سو سال کے بعد زندہ کرنیکا واقعہ موجود ہے۔ اسیطرح اصحاب کہف تین سو سال سے زائد عرصہ تک غار میں بحالتِ خواب پڑے رہے۔ اس لیے وہ امور اگر ذاتِ باری کیلئے ناممکنات میں سے نہ تھے۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجنا بھی اُس کے آگے کوئی مشکل نہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش جس طرح غیر معمولی طریق پر ہوئی۔ اسیطرح اُن کے نزول کو بھی غیر معمولی طریق پر وقوع میں آنا تصور کیا جا سکتا ہے۔ باقی رہا اس پیش گوئی کی صداقت کا سوال سو اُس کے صحیح ہوتے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ پیشگوئی صحیح نہ ہوتی تو مرزا صاحب نے جہاں کئی دیگر متواترات کا انکار کیا تھا۔ وہاں اُس کا بھی انکار فرما دیتے۔ لیکن وہ بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکے اور اُس کی ممکن سے ممکن جو بھی تاویل ہو سکتی تھی۔ وہ بیان کرنے میں اُنہوں نے کوئی دریغ نہیں کیا۔ لیکن اوپر کی بحث سے پایا جاتا ہے کہ قرآن واحادیث کی رُو سے وہ تاویل درست ثابت نہیں ہوتی۔ اور سوائے اس کے کہ یہی عقیدہ رکھا جائے۔ کہ اس پیشگوئی کی رُو سے حضرت عیسٰی ابن مریم ہی دُنیا میں واپس تشریف لا دیں گے۔ اس کا اور کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے سوا آنحضرت صلعم کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا اس لیے اس عقیدہ کو اگر قائم رکھا جاوے۔ تو جو لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے وقت زندہ ہونگے۔

Marfat.com

انہیں خود اِس پیشگوئی کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور جو اس سے قبل فوت ہوں گے، خداوند تعالےٰ ان کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا۔ کہ جو اُن سے قبل اس عقیدہ پر وفات پاتے رہے۔ البتہ اس عقیدہ کو چھوڑنے والا ضرور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا مکذب سمجھا جائے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا بھی ہے یا نہ۔ کیونکہ شکی طبعتیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ احادیث کی تدوین چونکہ بہت مُدّت کے بعد ہوئی اس لیے کیونکہ پورے اطمینان سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ راویوں کو احادیث کے پُورے الفاظ یاد رہے ہیں۔ یا یہ کہ ان الفاظ سے رسول اللہ صلعم کی مُراد وہی تھی جو کہ ان راویوں نے سمجھی۔ اس کا جواب تو علماء ہی بہتر دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک اُس کا موٹا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حدیث ہو صحیح۔ اور ہم نے اِس کا عقیدہ دیا چھوڑ۔ تو قیامت کے دن ہم جوابدہ ہوں گے۔ اور اگر یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو اس پر محض ایک عقیدہ رکھنے سے جو قرآن کے کسی صورت میں بھی مخالف نہیں پایا جاتا۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ لہذا بہر حال ہمیں اس پر عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے ایک یہ مغالطہ پیدا کرنیکی کوشش کیگئی ہے کہ اگر حضرت عیسٰے علیہ السلام کا نزول مانا جاوے۔ تو اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ رسول اللہ صلعم کی اُمت میں سے ایسا کوئی شخص اہلیت نہ رکھتا تھا کہ اُسے لوگوں کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا جاتا اور اس سے اُمت کی توہین لازم آئیگی۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کیطرف سے کسی شخص کا مامور ہونا اس کے کسی استحقاق کی بناء پر نہیں ہوتا۔ دوسرا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت اُمت کیحالت بہت ابتر ہو گی۔

Marfat.com

اس لئے ممکن ہے کہ اس وقت تک کوئی بھی اس فرض کے سرانجام دینے کا اہل نہ پایا جاوے۔ اس لئے مخلوق کی اصلاح کیلئے سابقہ انبیاؤں میں سے ہی ایک کو واپس لایا جانا ضروری سمجھا گیا ہو۔ یہ باتیں مشیت ایزدی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی رائے زنی نہیں کیجا سکتی۔

ہمارے دلوں میں شکوک دراصل اس لئے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ہم ہدایت قرآنی پر پوری طرح پابند نہیں ہیں۔ اگر ہم تمام احکام ربانی پر عمل کریں تو اس حالت کے نتائج ہی اعتراض کرنے والوں کو خاموش کر دیتے ہیں اور جیسا کہ مولینا محمود علی صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔ جبتک مسلمان لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ پر عمل عامل رہے۔ انہیں نہ خود کوئی تکلیف پیش آئی۔ اور نہ دوسروں پر اثر ڈالنے کے لئے کسی دشواری کا سامنا ہوا۔ اور جب قوم کی قوم ہی ایک رنگ میں رنگین ہو۔ تو ایسا منظر شکوک کو غبار بنا کر اڑا دیتا ہے۔ اور اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مگر افسوس جیسا کہ مولینا اپنی کتاب محولہ بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی ضرورت بلکہ زندگی کا واحد مقصد آجکل یہ قرار پا گیا ہے۔ کہ انسانی زندگی کی ہر ساعت اور ہر ثانیہ کے اندر تمام تر توجہ اس مادی سامان کے مہیا کرنے۔ اس کو کام میں لانے اور اس کے نتائج سے لطف اٹھانے پر مبذول رہے۔ اور موجودہ زندگی کے بعد کوئی خیال اور اس کے لئے کسی عمل اور کسب کا کوئی ارادہ اور اس دنیا سے باہر کی ہستی کیساتھ تعلق رکھنے کا کوئی وہم بھی دل میں نہ آنے پائے اور اپنی تمام کوششوں کا محور اس دنیا کو اور یہاں کی چند روزہ زندگی کو سمجھنا صحیح اصول کار ہے۔ یہ حالت کیوں پیش آئی۔

اس کا جواب بھی مولینا محمود علی صاحب کی ایک تحریر سے دیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کے پیش کرنیوالے جو زبان سے کہتے ہیں وہ کر کے نہیں دکھلاتے اور وعظ و نصیحت میں فصاحت قرآنیہ پر انسانی طرز کلام کو ترجیح دیکر منطقی

Marfat.com

موشگافیوں اور شاعرانہ مبالغوں سے کام لیتے ہیں۔ اور رہنمائی سے زیادہ اپنے فضل و کمال کی نمائش چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان پر نہ بحث نہ مناظرہ فرض ہے نہ منطقیانہ موشگافیوں اور فلسفیانہ معرکہ آرائیوں کی ضرورت وہی روشنی ہدایت جو کلام الٰہی نے پیش کی ہے۔ اِسی طرزِ ادا سے جو اِس ہادیٔ برحق نے اختیار کی ہے۔ ہر عالم و جاہل تک پہنچا دینے کی ضرورت ہے۔ سب کا ہدایت پانا اور تمام مخلوق کا ایک راہ اختیار کرنا ممکن نہیں۔ ورنہ کلام الٰہی میں اب بھی وہی کشش ہے۔ اور قرآن کریم کے اندر جذب قلوب کا وہی اثر غافل انسانوں کو خوابِ غفلت سے جگانیوالا اور تشنہ گان ہدایت کو شراب معرفت سے سیراب کرنیوالا اگر ہے۔ تو صرف قرآن کریم۔

اور اِس کلام مُبارک کا ایک ایک لفظ چشم بینا کو محو حیرت کرنے اور دلِ دانا کا دامن کھینچنے میں وہ تاثیر دکھاتا ہے۔ جو آئینہ پر جمالِ یار اور پر کاہ پر کہربا۔

مدعا علیہ کیطرف سے اِس بات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کہ علماء و ائمہ کی اندھی تقلید درست نہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ قرآن مجید میں ہر شخص کو خود بھی تدبر کرنا چاہیئے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قواعد و دیگر لوازمات کو جو معنے اخذ کرنے کیلئے ضروری ہیں۔ پس پشت ڈالکر اپنی سمجھ پر چلنا شروع کر دیا جاوے۔ جیسا کہ خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک تو آیت وبالآخرۃ ھم یوقنون کے یہ معنے کرتا ہے۔ کہ یوم آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آخرت کے معنے زمانہ آخر کی وحی بتلاتا ہے۔ ذرا احمدی صاحبان خود بھی تو سوچیں کہ اُنہوں نے دین کو کیا مذاق بنا رکھا ہے۔ اِس بحث کے بعد اب اصل معاملہ متنازعہ کو طے کرنے کے لئے یہ بتلانا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی

Marfat.com

عقائد کی پیروی نہ کرنے سے ایک شخص مرتد سمجھا جا سکتا ہے۔ اور کہ عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بایں معنے نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کہ عقائد اسلامی کی رُو سے ایک شخص کلمہ کفر کہکر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رُو سے نبی مانتا ہے۔ اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اُمت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنے آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نیا نبی تسلیم کرنے سے جو نتائج لازم آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا۔ اور اگر ارتداد کے معنے کسی مذہب کے اصولوں سے کلی انحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اس صورت میں اُس کے لئے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث و اقوال فقہا جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے۔ اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو شرع محمدی پر مستزاد ہیں۔ اور بعض اس کے خلاف ہیں مثلاً چندہ ماہواری کا دینا جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ زکواۃ پر ایک زائد حکم ہے اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

Marfat.com

مدعا علیہ کیطرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کیگئی ہیں۔ کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے۔ اور کیوں اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ توجیہیں اِس لئے کارآمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اِس لِئے وہ ان کے نقطۂ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے۔ جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصوّر نہیں ہوسکتے۔ اِس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جُدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلمہ وغیرہ کاذب مدعیانِ نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے۔ اُس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعوے نبوت کاذبہ ارتداد ہے۔ اور کاذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مُرتد سمجھا جاتا ہے

مدعیہ کیطرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعی نبوّت ہیں۔ اِس لِئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ابتدائی تنقیحات جو ۴۔ نومبر ۱۹۲۶ء علیبوی کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کیگئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دیکر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اُمّتی نبی نہیں ہوسکتا۔ اور کہ اِس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ گو عام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنے مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اور یہ معنیٰ چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہورِ اُمّت آجتک لیتی آئی۔ اِس لِئے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ اور ہر دو صورتوں میں

Marfat.com

وہ مرتد ہی ہے۔ اور مرتد کا نکاح چونکہ ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کیجاتی ہے۔ کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اُس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حقدار ہو گی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کیطرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں۔ اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لیئے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہیئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کیطرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رُو سے بھی اُنکا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ نہ کہ مردوں سے بھی۔ مدعیہ کے دعوے کے رُو سے چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لیے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اُس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس بنا پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے۔

مدعا علیہ کیطرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلجات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حاوی نہیں سمجھا۔ اور مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو عدالتِ معلےٰ اجلاس خاص نے قابل پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالتِ عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کا فیصلہ بمقدمہ مسمات جند وڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اودھو داس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا۔ اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا۔ اور خود اُن اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے۔ کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصے سے دائر تھا۔ اس لیئے صاحب موصوف نے اُسے زیادہ عرصہ معرض تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باتباع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار معلےٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل

Marfat.com

پابندی قرار نہیں دیا۔ جس فیصلہ کی بنا پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا۔ اس لیئے فیصلہ زیر بحث بھی قابلِ پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اُسے حکم سنایا گیا۔ مدعا علیہ کا در روائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جبکہ مقدمہ زیر غور تھا۔ فوت ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲۔ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مسل داخل دفتر ہو۔

۷۔ فروری سنہ ۱۹۳۵ء مطابق ۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۳ھ
بمقام بہاولپور

دستخط

محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج

ضلع بہاولنگر

ریاست بہاولپور

(بحروف انگریزی)

کتبہ :- مقبول احمد دھریجہ خان پوری

۱۳۔ فروری سنہ ۱۹۷۳ء مطابق ۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۹۳ھ
بمقام محلہ مبارک پورہ کوچہ نمبر ۹ بہاولپور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com